گھر ٹوٹنے نہ دینا

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گھر ٹوٹنے نہ دینا

گھر ٹوٹنے نہ دینا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : گھر ٹوٹنے نہ دینا

مصنّفہ : استاذہ نگہت ہاشمی

طبع اوّل : اپریل 2009ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 98/CII گلبرگ III فون 042-7060578-7060579

فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1، کینال روڈ، فون: 1851 872 - 041

بہاولپور : 7A، عزیز بھٹی روڈ، ماڈل ٹاؤن اے، فون: 2875199 - 062

2885199، فیکس 2888245 - 062

ملتان : 888/G/1، بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی، بوسن روڈ، گلگشت

فون 6220551, 6223646 - 061

ای میل : alnoorint@hotmail.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

مومن کمیونیکیشنز B-48 گرین مارکیٹ بہاولپور

فون 2888245 - 062

قیمت : روپے

ابتدائیہ

گھر انسان کے لیے پناہ گاہ ہوتے ہیں۔ اُس کی امیدوں اور چاہتوں کا مرکز ہوتے ہیں۔ گھر میں ہی انسان کو سکون اور اطمینان کی ٹھنڈی چھاؤں نصیب ہوتی ہے لیکن گھر سیمنٹ ریت اور اینٹ سے چُنی ہوئی دیواروں سے نہیں بنتے۔ گھر فقط سامان عیش وعشرت سے نہیں بنتے۔ گھر دِلوں میں بسی محبتوں سے بنتے ہیں۔ گھروں کا تانا بانا محبتوں کے خمیر سے گوندھا جاتا ہے۔ یہ محبت باہمی ہم آہنگی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ محبت اگر 'کچھ لو اور کچھ دو' کے اصول پر ہو تو لڑکھڑاتی ہوئی محبت ِگلوں شکوؤں سمیت آگے بڑھتی رہتی ہے لیکن اگر یہ محبت ربّ کی محبت اور اس کو خوش کرنے کی وجہ سے ہو تو بے لوث اور بے غرض ہو جاتی ہے۔ ایثار اور قربانی کی لازوال داستانیں رقم ہوتی ہیں اور گھر مضبوط ہو جاتے ہیں لیکن جہاں کہیں مفادات کی بات آئے تو رشتے میں دراڑ آ جاتی ہے۔ ایک بار دراڑ آ جائے تو اس کے بڑھنے اور ٹوٹنے کے امکان بڑھ جاتے ہیں۔

یہ دراڑ آتی ہے باہمی اعتماد کی کمی سے۔

یہ دراڑ آتی ہے ایک دوسرے کو دھوکہ دینے سے۔

یہ دراڑ آتی ہے بے مقصد زندگی گزارنے سے۔

یہ دراڑ آتی ہے ربّ کے تعلق میں خرابی سے۔

یہ دراڑ آنے نہ دینا ورنہ گھر ٹوٹ جائیں گے۔

اور گھر ٹوٹیں تو معاشرے ٹوٹ جاتے ہیں۔

لہٰذا گھر ٹوٹنے نہ دینا!

کون ہے ہمارا دشمن جو گھر توڑنے کے درپے ہے؟ دشمن تو ایک ہی ہے، اسی کی نسل ہے لیکن بات یہ ہے کہ ہم اسے دیکھتے نہیں اور شعور سے پہچانتے بھی نہیں۔ شیطان کی دشمنی سے ہم پوری طرح آگاہ نہ بھی ہوں لیکن ہمیں پتہ ہے، ہم جانتے ہیں کہ گھروں کو توڑ دینا شیطانی مشن کا سب سے بڑا ایجنڈا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے۔ پھر وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ پس اس کے نزدیک مرتبے کے اعتبار سے وہی مقرب ہوتا ہے جو فتنہ ڈالنے میں ان سے بڑا ہو۔ ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے: میں نے اس اس طرح کیا تو شیطان کہتا ہے: تو نے کوئی (بڑا کام) سرانجام نہیں دیا۔ پھر ان میں ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوادی۔ شیطان اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے: ہاں! تو ہے (جس نے بڑا کام کیا ہے)۔'' (صحیح مسلم 7106)

آج گھر کیوں ٹوٹ رہے ہیں؟ اس لیے کہ شوہر اور بیوی کے مقاصد مشترکہ نہیں ہوتے لہٰذا ایک اگر دائیں کو جاتا ہے تو دوسرا بائیں کو جاتا ہے۔ جب شوہر کام کرتا ہے تو بیوی کہتی ہے کہ میرے لیے تو نہیں کرتا، اپنے لیے کرتا ہے، اپنے بچوں کے لیے کرتا ہے۔ اسی طرح اگر بیوی کچھ کرے تو شوہر کہتا ہے کہ میرے لئے تو نہیں کرتی۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اس لیے کہ ان کے درمیان ہم آہنگی نہیں، انہوں نے مل بیٹھ کر زندگی کی پلاننگ نہیں کی، انہوں نے اپنے مقاصد مشترکہ نہیں رکھے۔کل جب گھرانے بہت مضبوط تھے تو لوگوں کو ایک دوسرے کی قدر تھی۔شوہر اگر کام کرتا تھا تو بیوی اسے realize کرتی تھی۔یوں ہر آنے والے دن میں یہ محبت بڑھتی تھی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ کل کے لوگوں نے اپنی آنے والی نسلوں کو اس کا شعور دیا تھا لیکن آج وہ شعور ختم ہو گیا۔

یاد رکھئے گا کہ ایک گھر اکیلا نہیں ٹوٹتا۔ایک گھر ٹوٹتا ہے تو سینکڑوں ہزاروں گھروں کے ٹوٹ جانے کے راستے بنا کر جاتا ہے۔جہاں رشتے بگڑ جائیں، جہاں انسانوں کے پاس جو سکون کا واحد گوشہ ہے وہ گھر انہیں آگ کی طرح محسوس ہوتا ہو، ان کے جذبات میں، ان کی زندگی میں آگ لگانے والا بن جائے تو پھر مل کے یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہم اس آگ کو بجھانے کے لیے اور اس گھر کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے کیا کریں؟ اس کو ٹوٹنے سے ایک ہی صورت میں بچایا جا سکتا ہے کہ گھر والوں کو صاحبِ شعور بنا دیں۔انہیں ربّ کا شعور دے دیں۔کتنی عجیب بات ہے کہ ہم بائیو، کیمسٹری، فزکس اور میتھس کا تو بچے کو شعور دینا چاہیں اور اپنی ماں کا شعور نہ دینا چاہیں، باپ کا شعور نہ دینا چاہیں۔

اِس گھر کی بھی پرواہ کرنی ہے، یہ گھرانہ ہمارے لیے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اُس گھر کی بھی پرواہ کرنی ہے جو اِس گھر کے افراد کی دیکھ بھال[care] کرنے کی وجہ سے ملے گا اور اس بڑے کنبے، اللہ تعالیٰ کے کنبے، اللہ تعالیٰ کے خاندان، پوری انسانیت کی دیکھ بھال[care] کرنے کی وجہ سے ہمیں نصیب ہوگا۔اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی ذات کا، اپنے مقصدِ زندگی کا اور آخرت کی جوابدہی کا سچا شعور نصیب فرمائے۔(آمین)

آؤ! اس گھر کے لیے کوششیں کریں

جہاں کبھی بیماری نہیں آئے گی۔

جہاں کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا۔

جہاں کبھی غم نہیں آئے گا۔

جہاں حسن ملے گا۔

جہاں ایسی جوانی ملے گی جو کبھی پرانی نہ ہو۔

جہاں پر خوشیاں ملیں گی۔

جس خوشی کو کوئی غم اپنی گرفت میں نہیں لے سکے گا۔

جہاں من چاہا سب کچھ ملے گا۔

جہاں انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑا تحفہ ہوگی، اس گھر کے لیے آج کوششیں کرنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ۔۔۔

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ
وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ
مَا یُؤْمَرُوْنَ (6) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ ط اِنَّمَا تُجْزَوْنَ
مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (7) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا
ط عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ
مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ لا یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ ج
نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا
وَاغْفِرْلَنَا ج اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (8) یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ
الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ ط وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ ط وَبِئْسَ
الْمَصِیْرُ (9) ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ
لُوْطٍ ط کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰھُمَا فَلَمْ
یُغْنِیَا عَنْھُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ (10)
وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ م اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ
لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِہٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ

الْـقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (11) وَمَـرْيَـمَ ابْـنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَـنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ (12)

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ جس پر تند خو، زبردست فرشتے مقرر ہیں۔ جو کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور جو اُنہیں حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔ (6) اے لوگو جنہوں نے کفر کیا! آج معذرت نہ کرو۔ یقیناً تمہیں اُن ہی اعمال کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم کرتے تھے۔ (7) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ ہوسکتا ہے تمہارا ربّ تم سے تمہاری برائیاں دور کردے اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کردے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رُسوا نہ کرے گا۔ اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا۔ وہ کہیں گے: ''اے ہمارے ربّ! ہمارا نور ہمارے لیے مکمل کردے اور ہم سے درگزر فرما۔ یقیناً تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔'' (8) اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور اُن پر سختی کرو۔ اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ (9) اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پھر اُن دونوں نے اُن کے ساتھ خیانت کی۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آسکے۔ اور اُن سے کہہ دیا گیا: ''ان داخل ہونے والوں

کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ۔‘‘(10)اور اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ جب اُس نے کہا: ’’اے میرے ربّ! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے۔ اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچالے۔ اور ظالم قوم سے مجھے نجات دے۔‘‘(11)اور عمران کی بیٹی مریم (کی مثال) جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔ پھر ہم نے اُس میں اپنی طرف سے ایک رُوح پھونک دی۔ اور اُس نے اپنے ربّ کے کلمات اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔‘‘(12)

سورۃ التحریم کی ان آیات میں بہت خاص باتیں ہیں جو گھر اور گھر والوں کے حوالے سے discuss کی گئی ہیں۔ پہلی بات اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو!‘‘ تمہارے ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بڑی آگ سے بچالو۔

گھر کا تصور ہر انسان کے لیے بڑا خوش آئند ہے۔ گھر کچھ لوگوں کے لیے خوابوں کی جنت ہوتا ہے۔ گھر سکون کی جگہ ہے۔ ایک ایسا آشیانہ جہاں انسان موسم کے سرد و گرم سے بھی پناہ لیتا ہے اور زمانے کے سرد و گرم سے بھی۔ گھر کا لفظ ایسا ہے جونہی یہ ذہن میں آتا ہے ایک سکون، ایک ٹھنڈک انسان کے اندر اترتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی فطرت کی مانگ ہے کہ وہ اپنے گھر سے، اپنے ٹھکانے سے محبت کرے۔ یہ محبت اس کی فطرت کے اندر گندھی ہوئی ہے۔ ہر انسان گھر چاہتا ہے۔

اگر دیکھا جائے تو یہ ضرورت جانوروں کی بھی ہے۔ مثال کے طور پر آپ چھوٹی چھوٹی

چڑیوں کو گھر بناتے دیکھتے ہیں۔ کئی پرندے اتنے خوبصورت گھر بناتے ہیں کہ ہم ان گھروں کو بعض اوقات اپنے گھروں میں سجا بھی لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم جانوروں کو دیکھیں تو وہ بھی کسی بل میں یا کسی نہ کسی ٹھکانے میں اپنا وقت ضرور گزارتے ہیں۔ اگرچہ ان کا زیادہ وقت اکٹھے گزرتا ہے لیکن بہر حال کسی کھوہ، کسی بل کی تلاش میں وہ بھی ضرور ہوتے ہیں اور یہ جگہ تقریباً مقرر ہوتی ہے۔

اس لحاظ سے اگر ہم دیکھیں تو یوں لگتا ہے کہ یہ ہماری biological need ہے۔ ہمیں ایک ٹھکانہ چاہیے، جانوروں کو بھی چاہیے اور انسانوں کو بھی لیکن دونوں ٹھکانوں میں بڑا فرق ہے۔ جانوروں کو محض حفاظت چاہیے لیکن انسان کو گھر حفاظت کے لیے بھی چاہیے لیکن فقط اسے مادی طور پر جسم کی حفاظت نہیں چاہیے۔ انسان کے گھر میں اس کے شعور، اس کی سوچ اور اس کی سمجھ کا دخل ہوتا ہے۔ جیسے جانوروں کا گھر بنتا ہے تو اس کے سارے تانے بانے ضروریات سے بُنے جاتے ہیں، اسی طرح انسانوں کی بھی ضروریات ہیں اور یہ ضروریات دو طرح کی ہوتی ہیں: ایک ان کی مادی ضروریات یعنی جسم کی ضروریات ہیں جیسے کھانا، کپڑا یا دیگر ضرورتیں جو ساری گھر سے متعلق ہوتی ہیں اور دوسری ان کی شعوری ضروریات ہیں جن کو وحی کے علم کے ذریعے پورا کیا جاتا ہے۔ شعوری ضروریات کو بھی ابتدائی طور پر گھر میں پورا کیا جاتا ہے۔ معاشرتی طور پر ان کا اہتمام کیا جائے تو بھی ان ذمہ داریوں کو گھر کے ذمہ دار افراد ہی پورا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں گھر کا وہ تصور دیا ہے جو انسان کی فطرت، اس کے اعزاز کے عین مطابق ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہت معزز اور دوسری مخلوقات سے محترم بنایا ہے تو یہ ایسا گھر ہے جس میں رہنے والوں سے ربّ نے فرمایا:

قُوْا ''بچالو۔''

حالانکہ بچت ہی کے لیے تو گھر بنتے ہیں۔۔ چھت بنتی ہے تو حفاظت کے لیے، بچنے

ہی کے لیے تو بنتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں کہا؟

قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ''اپنے آپ کو بچالو۔''

قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا

''اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچالو۔''

یہ کیسی آگ ہے جو گھروں کی طرف بڑھ رہی ہے؟

یہ کیسی آگ ہے، جس سے بچنے کی ربّ نے دعوت دی ہے؟

کیا یہ آگ ہر انسان محسوس کرسکتا ہے یا صرف چند انسانوں کو یہ آگ محسوس ہوتی ہے؟ بات یہ ہے کہ تجربہ تو سارے ہی کرتے ہیں۔ آگ جلاتی ہے اور گھرانوں کے اندر یا باہر ہونے والے کام بعض اوقات گھرانوں میں دراڑیں پیدا کردیتے ہیں اور گھر ٹوٹ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے گھر ٹوٹنے سے بچانے کا حکم بنیادی طور پر اسی وجہ سے دیا کہ گھر خطرے میں ہیں اور انسان اپنے اردگرد دیکھتا ہے کہ میں نے یا تو guard کا انتظام کرلیا اور اگر گارڈ کا انتظام نہیں کیا تو اپنی طرف سے لوگ گھروں کو lock کرکے سوتے ہیں، گھروں کے انتظامات کو خود اپنے تئیں انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اردگرد کے چور اُچکوں، ڈاکوؤں سے بھی بچ سکیں اور گھر والوں کو بھی بچاسکیں اور اس طرح ہر خطرے سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرسکیں لیکن

یہ کیسا خطرہ ہے جس سے guard نہیں بچاسکتے!

یہ کیسا problem ہے جس سے خود بھی بغیر اچھے شعور کے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نہیں بچاسکتے! ایک گارڈ تو بچائے گا چور سے، ڈاکو سے جو نظر آتا ہے لیکن جو نظر نہ آئے اس سے کون بچے اور کیسے بچے؟ مثال کے طور پر یہاں سے کوئی نشانہ تاک کر کسی کو کوئی چیز مارنا چاہے، مثلاً کوئی پتھر، کوئی کنکر یا کوئی پھول تو مارنے والے کا بھی پتہ لگتا ہے اور

راستے میں آتے ہوئے انسان کو اندازہ بھی ہوجاتا ہے کہ آیا یہ پتھر مجھ تک پہنچ سکے گا یا نہیں۔ پھر دیکھئے کہ انسان کسی چیز کو اپنی طرف آتے دیکھتا ہے تو فوراً ذرا سا پیچھے ہٹ جاتا ہے یا آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ کہیں نقصان نہ ہوجائے۔ آنکھ کتنی تیزی سے بند ہوتی ہے! ذرا سی کوئی خطرے والی چیز ہو ہماری آنکھیں فوراً سب سے پہلے بند ہوجاتی ہیں گویا ہر چیز ہماری آنکھوں میں ہی آرہی ہو لیکن جو چیز نظر نہیں آتی اس کے لیے انسان اتنا conscious نہیں ہوتا، اتنا زیادہ پریشان بھی نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے جب وہ اس کا احساس نہیں کرتا تو غافل ہو جاتا ہے۔

جیسے نیند میں ڈوبا ہوا انسان نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ نیند اسے غافل کر دیتی ہے۔ ایسے ہی بعض اوقات انسان کھلی آنکھوں کے ساتھ بھی نیند جیسی حالت ہی میں ہوتا ہے۔ یہ حالت غفلت کی ہے۔ یہ carelessness کی حالت ہے۔ اس حالت کے پیدا ہونے کا سبب انسان کی بے شعوری، کم فہمی، کم عقلی اور نادانی ہے اور بعض اوقات حالات کا صحیح analysis نہ کرنا ہے۔ جیسے آپ دیکھئے کہ ننھے بچے کے مقابلے میں ایک بڑے انسان کا شعور زیادہ پختہ ہوتا ہے تو ننھا بچہ اپنے بارے میں اچھے فیصلے نہیں کر سکتا جبکہ بڑا فرد کر لیتا ہے۔ وہ آنے والے حالات کو بھی دیکھتا ہے اور آنے والے حالات کا تجزیہ [analysis] کرتا ہے اور یوں اس کے لیے فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

ہمارے گھروں کو کیا خطرہ لاحق ہے؟ اور کون ہے ہمارا دشمن جو گھر توڑنے کے درپے ہے؟ دشمن تو ایک ہی ہے، اسی کی نسل ہے لیکن بات یہ ہے کہ ہم اسے دیکھتے نہیں اور شعور سے پہچانتے بھی نہیں۔ وہ دشمن جس کی دشمنی کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوم الست پہ جس دن سب روحوں کو حاضر کیا تھا اور خاص طور پر جس دن شیطان اور آدم کا آمنا سامنا ہوا تھا، واضح کر دیا تھا۔ اس دن جب اس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی تھی:

قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (14) قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ (15)
قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ (16) ثُمَّ
لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ
شَمَآئِلِهِمْ ط وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شٰکِرِیْنَ (سورہ الاعراف:14تا17)

''ابلیس نے کہا: مجھے اُس دن تک کی مہلت دے دے جبکہ یہ سب لوگ اُٹھائے جائیں گے۔(14) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یقیناً تم مہلت دیئے جانے والوں میں سے ہو۔(15) ابلیس نے کہا: چونکہ تو نے مجھے گمراہی میں ڈالا ہے میں اُن کے لیے تیرے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔(16) پھر میں ضرور اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے اُن پر آؤں گا۔ اور تو اُن میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔''(17)

شیطان کی دشمنی سے ہم پوری طرح آگاہ نہ بھی ہوں لیکن ہمیں پتہ ہے، ہم جانتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو گھر کے اندر ٹھیک ٹھاک کھاتے پیتے، پہنتے اوڑھتے، اپنی زندگی کے کام انجام دیتے ہوئے آخر ہمیں کیا خطرہ لاحق ہے؟ میں کچھ مثالیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ پہلی خطرے والی بات کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے جا جڑتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے۔ پھر وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ پس اس کے نزدیک مرتبے کے اعتبار سے وہی مقرب ہوتا ہے جو فتنہ ڈالنے میں ان سے بڑا ہو۔ ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے: میں نے اس اس طرح کیا تو شیطان کہتا ہے: تو نے کوئی (بڑا کام) سرانجام نہیں دیا۔ پھر ان میں سے ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی کو اس وقت تک نہیں

چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوادی۔ شیطان اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے: ہاں! تو ہے (جس نے بڑا کام کیا ہے)۔"اعمش نے کہا: میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا:"وہ اسے اپنے سے چمٹا لیتا ہے۔" (صحیح مسلم 7106)

اس سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ شیطانی حملہ سب سے زیادہ کس رشتے پہ ہوتا ہے؟ اور گھروں کو توڑ دینا یہ شیطانی مشن کا سب سے بڑا ایجنڈا ہے یعنی اس کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ گھر توڑ دیئے جائیں، تعلقات متاثر کر دیئے جائیں۔

آج جن گھروں میں ہم رہتے ہیں یہ گھر کیسے ٹوٹ رہے ہیں؟ اس حوالے سے چند ایک حقائق کی روشنی میں ہم اپنی بات کو آگے بڑھائیں گے۔ اس وقت 1997ء اور 1998ء میں کی گئی ایک ریسرچ رپورٹ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں جس کے مطابق 90٪ شادی شدہ افراد اپنی شادیوں سے خوش نہیں ہیں۔ 90٪ لوگوں نے یہ کہا کہ وہ صرف مجبوری کی خاطر ساتھ دے رہے ہیں، اگر ان کے پاس choice ہو تو وہ یہ رشتہ توڑ دیں۔ ان مجبوریوں میں حق مہر، جہیز، رسم ورواج، بچے اور سوشل پریشرز وغیرہ شامل ہیں۔ اسی رپورٹ کے حوالے سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ شادی کے پہلے سال میں ہی آپس میں اتنے زیادہ اختلافات پیدا ہو گئے کہ اب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے بھی قاصر ہیں، یعنی ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کو، ساتھ نبھانے کو دل نہیں چاہتا۔ اگر یہ بات مرد حضرات سے پوچھی جاتی ہے تو وہ خواتین پر الزامات عائد کرتے ہیں اور اگر خواتین سے پوچھی جائے تو وہ اس کا الزام مردوں پر ڈالتی ہیں اور ہمارا دشمن خوش ہوتا ہے اس لیے کہ اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ بات یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کے مقاصد مشترکہ نہیں ہوتے۔ آپ حیران ہوں گے کہ یہ کتنی عجیب بات ہے؟ ایک چھت تلے رہنے

والے، آپس میں اتنا قرب کا رشتہ رکھنے والے ایک جیسے مقاصد نہیں رکھتے۔ آپ دیکھئے کہ ایک ہونے کے لیے اور پھر ایک ہونے کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے یعنی شوہر اور بیوی تو اس لئے ایک ہوتے ہیں کہ آئندہ ان کی نسل پروان چڑھے اور اس نسل کو وہ آئندہ کے حالات و واقعات میں انتظامات کرنے کے لیے چھوڑ جائیں۔ انسان ہمیشہ اپنے پیچھے اپنی نسل کو چھوڑ کر جاتے ہیں اور اس طرح نسلِ انسانی کا تسلسل برقرار رہتا ہے لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ کام مشترکہ ہے لیکن مقصد مشترکہ نہیں ہے حالانکہ یہ بھی تو مقصد ہے۔ شادی ایک رشتہ، ایک تعلق ہے۔ یہ تعلق جڑتا ہے لیکن دونوں کی سوچ میں، دونوں کی approach میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔ ہم اس چیز کو سمجھنے کے لیے کچھ مثالیں دیکھیں گے۔

مثال کے طور پر کوئی بھی کمپنی جب وجود میں آتی ہے تو اس میں جتنے لوگ کام کرتے ہیں، وہ مشترکہ طور پر ایک مقصد کے لیے کام کرتے ہیں، ان کا مشن ایک ہوتا ہے۔ اگر مشن ایک ہو، اس کے مطابق مقاصد بھی ایک ہوں تو کمپنی ترقی کرتی ہے، اس کا کام آگے بڑھتا ہے اور اسی طرح مسائل حل ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک گھر کو دیکھیں کہ اس میں رہنے والوں کے مقاصد ایک نہ ہوں تو اس کے نتیجے میں باہمی ہم آہنگی نہیں رہتی۔ لہٰذا ایک اگر دائیں کو جاتا ہے تو دوسرا بائیں کو جاتا ہے۔ مثلاً عورت سیر و تفریح اور شاپنگ کے لیے جانا چاہتی ہے اور شوہر کام کے لیے جانا چاہتا ہے یا اگر تھکا ہارا کام سے واپس آیا ہے تو آرام کرنا چاہتا ہے۔ جب شوہر کام کرتا ہے تو بیوی کہتی ہے کہ میرے لیے تو نہیں کرتا، اپنے لیے کرتا ہے، اپنے بچوں کے لیے کرتا ہے۔ اسی طرح اگر بیوی کچھ کرے تو شوہر کہتا ہے کہ میرے لئے تو نہیں کرتی۔ ان باتوں سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ ایک جگہ، ایک چھت تلے رہنے والوں کے مقاصد بھی ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان کے مقاصد مختلف ہیں۔ شوہر سے اگر پوچھا جائے کہ آپ کیوں کماتے ہیں؟ تو وہ صاف جواب دیتا ہے کہ اپنے بیوی بچوں کے لیے کماتا ہوں،

اپنے گھر کے لیے کماتا ہوں لیکن یہ مقصد اس کی ذات تک ہی محدود رہتا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ شوہر واقعی اپنے گھر کے لیے کماتا ہے لیکن بیوی اسے realize نہیں کرتی حالانکہ وہ اس مال کو استعمال بھی کرتی ہے لیکن احسان فراموش بن جاتی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لیے کہ ان کے درمیان ہم آہنگی نہیں، انہوں نے مل بیٹھ کر زندگی کی پلاننگ نہیں کی، انہوں نے اپنے مقاصد مشترکہ نہیں رکھے۔

مائیں شادی سے پہلے یہ سمجھ لیتی ہیں کہ بچے کو سب پتہ ہے کہ اس نے کیسے زندگی گزارنی ہے۔ وہ اپنے اچھے برے کو سمجھتا ہے تو ہمیں بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ پڑھے لکھے ہیں، خوب سمجھتے ہیں اور بچیوں کی مائیں کہتی ہیں کہ اب اس عمر کو پہنچ کر بھی ہم انہیں بتائیں گے؟ باقی معاملات میں تو یہ ہم سے بہت آگے نکل گئیں، اس معاملے میں بھی آگے نکل جائیں گی۔ جب دونوں طرف سے گائیڈ لائن [guide line] نہیں ملتی تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب دو افراد باہم مل بیٹھتے ہیں تو انہیں یہی نہیں سمجھ آتی کہ کیوں مل بیٹھے؟ لڑکی کے ذہن میں خواب ہیں اور لڑکا اپنے کام کرتا ہے لیکن نتیجہ محبت کی صورت میں نہیں نکلتا۔

کل جب گھرانے بہت مضبوط تھے تو لوگوں کو ایک دوسرے کی قدر تھی۔ شوہر اگر کام کرتا تھا تو بیوی اسے realize کرتی تھی۔ شوہر تھکا ہارا آتا تھا تو بیوی اس کے لیے بچھ جاتی تھی اور اس کی تکلیفوں کو دور کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ یوں یہ محبت بھرا آشیانہ محبتوں سے معمور ہو جاتا تھا۔ ہر آنے والے دن میں یہ محبت بڑھتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کل کے لوگوں نے اپنی آنے والی نسلوں کو یہ شعور دیا تھا لیکن آج وہ شعور ختم ہو گیا۔ میں بے شعوری کی کچھ مثالیں آپ کے سامنے ضرور رکھوں گی۔ مثال کے طور پر ہمارے ہائیکورٹ کے جسٹس کی رپورٹ کے مطابق صرف شہرِ لاہور میں ایک مہینے میں داخل ہونے والے خلع کے cases کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ جسٹس صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ بچوں اور

بچیوں سے یہ پوچھا ہے کہ آپ آپس میں کیوں نہیں رہنا چاہتے تو جواب یہ ملتا ہے، کوئی بچی کہتی ہے کہ

''جب میرے شوہر گھر آتے ہیں تو میں ان سے کہتی ہوں کہ چلیں ذرا گھومنے پھرنے چلیں، فریش ہو جائیں گے تو یہ کہتے ہیں کہ میں تھکا ہوا ہوں، آرام کرنا چاہتا ہوں اور ابھی کچھ دیر کے لیے گھر میں رہیں گے۔''

''چونکہ وہ مجھے لونگ ڈرائیو پر نہیں لے کر جاتے، بار بار ہوٹلنگ کروانے کے لیے نہیں لے جاتے تو میرے اور ان کے درمیان تو بہت بُعد (فاصلہ) ہے۔ ہم دونوں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ میں سارا دن انتظار کرتی ہوں اور اس انتظار کا یہ پھل ہے!''

جسٹس صاحب نے اس سوسائٹی کو آئینہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ دیکھو ہم نے اپنی آنے والی نسلوں کو کس مقصد کے لیے تیار [prepare] کیا ہے کہ یہ ایک دوسرے سے توقعات باندھتے ہیں اور ان توقعات کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

دیکھیں پھیلا ہوا ہاتھ جب دوسرے کے سامنے جاتا ہے تو دوسرا اس پھیلے ہوئے ہاتھ کے بارے میں اچھا نہیں سوچتا۔ اس کی مرضی ہے، اس ہاتھ پر کچھ رکھنا چاہے تو رکھ دے اور نہ رکھنا چاہے تو نہ رکھے۔ اب آپ دیکھئے کہ شوہر کی یہ توقع ہے کہ بیوی اسے اچھا response دے، اسے اچھی طرح receive کرے، خوش ہو کر اس سے ملے اور اس کے لیے اس کا گھر سراپا استقبال بن جائے۔ دوسری طرف بیوی یہ چاہتی ہے کہ شوہر مسکراتا ہوا گھر آئے اور اسے یہ احساس ہو کہ میں نے اس کے لیے پیچھے سے کیا کیا؟ میں کیسے اس کے لیے تیار ہوئی؟ میں نے گھر کو کیسے سیٹ رکھا ہے؟ اور دونوں ہی ایک دوسرے کو اپنی بات سمجھا نہیں پاتے۔ یہ مسئلہ صرف ان چند گھرانوں کا نہیں ہے جن کی بچیاں خلع کا مطالبہ کر رہی ہیں، یہ

مسائل ہماری سوسائٹی کے اکثر گھرانوں کے ہیں۔ جہاں خلع کے مطالبات نہیں بھی ہوتے، وہاں بھی کہیں دبے دبے اور کہیں اُبھرتے ہوئے یہ مسائل ضرور سامنے آتے رہتے ہیں۔

اسی طرح سے آپ کے سامنے ایک اور مثال بھی رکھنا چاہتی ہوں۔ یہ اتنی دردناک مثال ہے میری زبان اجازت نہیں دیتی کہ میں یہ بات آپ کے سامنے رکھوں لیکن ایک سوالیہ نشان[question mark] ہے۔ یہ ہماری سوسائٹی ہے!!! ہماری سوسائٹی واقعی اب اس نوبت تک آن پہنچی ہے۔کل تک یہ مسئلہ صرف یورپ کا تھا لیکن آج صرف گھر نہیں ٹوٹ رہا بلکہ رشتے بھی ٹوٹ رہے ہیں۔ایسی ایک نہیں بیسیوں خواتین ہیں جنہوں نے اپنے مسائل آ کر share کیے ہیں۔

مثلاً ایک ماں میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میری بچی 7th کلاس میں پڑھتی ہے۔ میں ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں اور میرا شوہر جب باہر سے آتا ہے میں اس کی خدمت کرنے کی کوشش کرتی ہوں لیکن مجھ پر اس کی نظرِ التفات نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کہاں problem محسوس کرتی ہیں؟ وہ خاتون اچانک اس قدر دل دوز انداز میں رونے لگ گئی، اس کے سینے سے ایسی آوازیں آئیں جیسے ہنڈیا ابلتی ہو۔ سمجھ نہ آئے کہ میں خاتون کو کیسے خاموش کراؤں، کیسے تسلی دوں۔ میں نے پوچھا آپ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ شوہر اگر ناراض ہے یا اس کی توجہ کسی اور طرف ہے تو ذرا حالات کا جائزہ لیں کہ کہیں آپ کی کوئی غلطی تو نہیں ہے یا آپ کے شوہر کے ساتھ کوئی اور مسئلہ تو نہیں ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اپنے بزنس یا job کی وجہ سے کسی مسئلے میں ہو، ہوسکتا ہے کہ اس کے گھر والوں کو کوئی مسائل ہوں، آپ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ کہتی ہیں کہ بات غلط فہمی سے بہت آگے گزر گئی ہے۔ میں نے کہا کہ کیا ہوا۔ کہتی ہیں کہ میں، میرے بچے اور میرے شوہر، ہم صحن میں سوتے ہیں۔ اب تو میرا شوہر صحن میں سوتے ہوئے باقی لوگوں کا اور میرا بھی لحاظ نہیں کرتا۔ میں آپ

کے پاس اس لیے آئی ہوں کہ مجھے راستہ بتائیے کہ میں کہاں چلی جاؤں اور میرے سینے کے اندر اتنی جلن ہے، مجھے اتنی تکلیف ہے کہ میں نہ تو شوہر اور بچوں کو چھوڑ کر جا سکتی ہوں اور نہ میں اس گھر میں رہ سکتی ہوں۔

اب مجھے تکلیف بھی تھی کہ جانے خاتون کے کیا مسائل ہیں لیکن آگے بڑھ کر پوچھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ پھر خاتون نے خود ہی کہنا شروع کیا کہ میرا شوہر میری بیٹی پر میلی آنکھ رکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ کیا وہ آپ کے پہلے شوہر کی بیٹی ہے؟ کہتی ہیں کہ نہیں۔ میری ایک ہی بیٹی ہے اور اب میری ساتویں جماعت کی بچی ساتویں مہینے کو لگ گئی ہے۔ مجھے بتاؤ میں کہاں چلی جاؤں؟ میں نے کہا کہ آپ کہاں ہوتی ہیں؟ کہتی ہیں کہ میری بیٹی کی چارپائی میرے ساتھ ہوتی ہے اور میرا شوہر مجھے جان سے مارنے کی دھمکیاں دیتا ہے اور میرے سامنے میری بیٹی کے ساتھ غلط معاملہ کرتا ہے۔ یہ question mark ہر ایک کے لیے ہے۔ یہ معاملہ گھروں کے اندر کیسے شروع ہو گیا؟

یہ صرف ایک مثال نہیں ہے، دوسری مثال بھی میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں اور ایسی بیسیوں مثالیں ہیں۔ ایک خاتون نے مجھ سے کہا کہ ہم کئی بہنیں ہیں اور میرے حالات اتنے دردناک ہیں کہ میں آپ کے سامنے رکھ نہیں سکتی۔ میرے باپ اور میری ماں میں اب تو طلاق ہو گئی ہے لیکن میری ماں پڑھی لکھی نہیں تھی جبکہ میرے والد پڑھے لکھے تھے اور مجھے اور میری بہنوں کو کسی چیز کا شعور نہیں تھا۔ میرے والد بڑے سخت گیر تھے، ماں کو بھی پیٹ ڈالتے تھے اور ہمیں بھی۔ ہمیں غصے کا سبب پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ غصہ آخر ہماری ماں پہ کیوں اترتا ہے؟ جب بھی وہ گھر میں آتے ہم سب سہم جاتی تھیں۔

کہتی ہیں کہ پھر اس کے بعد ہمارے والد نے آہستہ آہستہ ہم بہنوں پر آنکھ رکھنی شروع کر دی۔ میں آپ کو اس خاتون کی کیفیت بتا نہیں سکتی جس طرح اس نے آ کر مجھ

سے ذکر کیا کیونکہ مجھ سے وہ اپنے معاملات کا حل چاہتی تھی۔ کہتی ہیں کہ مجھے یاد نہیں ہے کہ میری کیا عمر تھی، مجھے بالکل شعور نہیں تھا جب پہلی بار میرے باپ نے مجھے خراب کیا اور آج میں عمر کے اس حصے میں آ گئی ہوں۔ میرے والد نے نہ مجھے چھوڑا، نہ میری بہنوں کو چھوڑا۔ میری ماں کے سامنے بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہم کافی بہنیں تھیں اور وہ ہمارے سکول بھی پہنچتے رہے، ہمارے کالج بھی پہنچتے رہے، جہاں ہم نے جاب کی وہاں بھی پہنچتے رہے، ہمارے خلاف انہوں نے فوٹو کاپیاں تقسیم کروائیں کہ یہ لڑکیاں آوارہ ہیں، یہ لڑکیاں خراب ہیں، اپنے جرم کو چھپانے کے لیے کہ اگر خدانخواستہ کوئی مسئلہ ہو جائے تو میں یہ کہہ سکوں کہ میری بیٹیاں خراب ہیں۔

آپ دیکھئے ہمارے گھروں کے درمیان، ہمارے اردگرد کے گھروں میں ایسے کتنے ہی واقعات ہیں جو جنم لے رہے ہیں۔ وہ خاتون کہتی ہیں کہ ہم بہن بھائی کتنی ہی بار اپنے گھر سے بھاگ گئے لیکن ہمارے باپ نے، اس کے ہاتھ بہت لمبے تھے، پھر بھی ہمیں تلاش کر لیا اور ہر بار ہمیں واپس لے آئے۔ ہمیں ہمارا باپ تہہ خانے میں لے جا کر رسیوں سے باندھ دیتا تھا، پائپوں سے ہماری پٹائی کرتا تھا۔ ہمیں اپنے بہن بھائیوں کے وہ خون آلود چہرے نہیں بھولتے۔ ہماری ساری زندگی اسی طرح گزری ہے۔ مجھے بتاؤ کیا میری فطرت درست ہو سکتی ہے؟ کیا میرا ربّ مجھے معاف کر سکتا ہے؟ کیا ربّ کا کلام میرے دل پر بھی اثر انداز ہو سکتا ہے؟ کیا واقعی میں اس دنیا میں بھی پاک ہو سکتی ہوں؟ یہ جواب میں نہیں دینا چاہتی۔ مجھے آپ جواب دیجئے! آپ کیا کہتے ہیں؟ یہ تبدیلی جو ہمارے گھروں میں آ گئی ہے۔ کیا باپ اور بیٹی کا یہی رشتہ ربّ نے تجویز کیا ہے؟

اس حلیم ربّ کے تحمل کو دیکھئے! اس کے حلم کو دیکھئے کہ وہ اپنے ہی بندوں کے کیسے کیسے کام برداشت کرتا ہے اور کیسے انہیں ڈھیل دیتا ہے! ایسے معاملات ہمارے گھروں کے اندر

کیوں پیش آنے شروع ہو گئے؟ یہ معاملہ پہلے نہیں ہوتا، پہلے اور بہت سارے شیطانی کھیل ہیں جو کھیلے جاتے ہیں، پھر آہستہ آہستہ ذہن اور دل خراب ہوتے ہیں۔ جو باپ اپنی بیٹی کے ساتھ بیٹھ کر مختلف چینلز پر بے ہودہ مناظر دیکھتا ہے، وہ اپنی بیٹی کے بارے میں یا دوسری خواتین کے بارے میں کب اچھا سوچ سکتا ہے! یہ ایک دھوکہ ہے، فریب ہے، اس سے بڑا جھوٹ ہی نہیں ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں، اپنے کانوں سے سنتا ہوں اور مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اللہ کے رسول ﷺ تو اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے کہ کہ میرے پاس میرے کسی ساتھی کی برائی بیان نہ کرنا، اس لیے کہ تم بات کرو گے تو میرے ذہن پہ اس کا اثر ہوگا۔ آج کے دور کے انسان کہتے ہیں کہ ہم جو جی چاہے دیکھ لیں، جو جی چاہے سن لیں، ہم پر اس کا اثر نہیں ہوگا۔

یہ وہ واقعات ہیں جن کی تلخی اتنی بڑھی کہ میں نے یہ چاہا کہ اس بارے میں ہم سب لوگ سر جوڑ کر کچھ سوچیں، کچھ فیصلہ کریں کہ ہمیں کیا کرنا ہے؟ اس لیے کہ کل ربّ نے ہم سے جواب لینا ہے۔ پھر میں نے اپنے ساتھ والوں سے مشورے لیے کہ اس بارے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ باقی لوگوں کو بھی بلائیں کیونکہ یہ صرف چند ایک افراد کا معاملہ نہیں، یہ پورے معاشرے، پوری انسانیت کا معاملہ ہے۔ اس لیے ہمیں سر جوڑ کر سوچنا چاہیے کہ ہمارے جو گھر ٹوٹ رہے ہیں، جو رشتے ٹوٹ رہے ہیں، ہم ان گھروں کو جوڑنے کے لیے، ان رشتوں کو جوڑنے کے لیے کیا کریں؟ کیسے رشتوں کی حرمت کا احساس دلا دیں؟

یقین کریں جب تک میرے سامنے ایسے واقعات نہیں آئے تھے، صرف کتابوں میں ہی پڑھے تھے اس وقت تک شاید اللہ تعالیٰ کے قانون کی اتنی حکمتیں بھی نہیں کھلی تھیں۔ وہ قانون جو باپ کو اجازت نہیں دیتا، نہ ہی بیٹی کو اجازت دیتا ہے کہ اس کی ہنسلی کی ہڈی سے

نیچے باپ کی نظر پڑ سکے۔آج اگر اللہ تعالیٰ کے قانون کی اس بات کو کسی کے سامنے رکھا جائے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ فرق پڑتا ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے۔اب دیکھئے واضح ہورہا ہے، پتہ چل رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں کیا حکمتیں ہیں؟ کیا مصلحتیں ہیں؟اورآپ یہ دیکھئے کہ باپ اور بھائی کے بارے میں تو یہی سوچا جاتا ہے کہ گویا یہ ہم ہی ہیں اور باقی لوگوں کے سامنے آنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ اس لیے ہمیں یہ ضرور سوچنے کی ضرورت ہے کہ

ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟

ہم دنیا میں کیوں آئے؟

اور ہمیں جانا ہے تو کیا کر کے جانا ہے؟

ہمارے آنے میں اور ایک جانور کے آنے میں بڑا واضح فرق ہے۔جانوروں یا پرندوں کے بچے پیدا ہوتے ہیں تو ماؤں کو اتنا کچھ سکھانا نہیں پڑتا۔آپ کسی چھوٹے سے ننھے سے چڑیا کے بچے کو دیکھیں، بہت جلد وہ اپنی بہت سوکھی پتلی ٹانگوں پہ خود کھڑا ہو جاتا ہے، زیادہ ٹائم نہیں لگتا۔آپ ایک بلی کے بچے کو دیکھئے، چند دن کے اندر اندر وہ ٹھیک ٹھاک چلنے پھرنے لگ جاتا ہے اور ماں کو اس کی کوئی care نہیں رہ جاتی اس لیے کہ ماں کو پتہ ہے کہ جب اسے بھوک لگے گی تو خود ہی کچھ نہ کچھ کر لے گا اور جس وقت یہ اردگرد کے ماحول سے خطرہ محسوس کرے گا تو اس سے دفاع کے لیے بھی کچھ نہ کچھ کوشش کر ہی لے گا لیکن انسان کا بچہ بہت مدت میں پل بڑھ کر جوان ہوتا ہے اور انسان کو شعور دینا، اس کو آگہی دینا، یہ زیادہ مشکل کام ہے۔اس کے لیے لمبا عرصہ درکار ہے کہ اسے سکھایا جائے، سمجھایا جائے، اس کو ایک سمجھ دار انسان بننے میں help دی جائے، اس کو ایک بامقصد زندگی گزارنے کے لیے تیار کیا جائے۔آپ سورۃ التحریم کی اس آیت کو دیکھئے جہاں ربّ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡٓا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔''

آگ تو گھرانوں میں لگ چکی۔ کل کی آگ تو ہماری زندگی کے بعد لگے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آگ سے بچالے لیکن آج دیکھنا چاہیں تو اس آگ کے کئی زاویے ہیں، اس آگ کے کئی سلسلے ہیں۔ مثال کے طور پر گھروں کے اندر آگ لگتی ہے بدگمانیوں سے، ایک دوسرے کے بارے میں negative approach سے۔ جیسے ابھی ہم نے شوہر اور بیوی کے حوالے سے دیکھا، جوائنٹ فیملی سسٹم میں تو یہ بات کئی ضربیں کھا جاتی ہے، ہر رشتے میں یہی معاملہ سامنے آجاتا ہے۔ پھر جیسے انسان کا اخلاق خراب ہوتا ہے اسی طرح اس کے معاملات بھی خراب ہوتے ہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے خاندانوں میں اب حقوق وفرائض سکھانے چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ کون بڑا ہے؟ کون چھوٹا؟ تمیز ہی اٹھ گئی، سلام تک نہیں سکھایا جاتا اور بچوں کے معاملے میں سب کے ذہنوں میں ایک ہی بات ہے کہ بچے پڑھ رہے ہیں، بچے امتحان دے رہے ہیں، بچوں کو اپنے امتحان کی تیاری کرنی چاہیے اور اپنے اردگرد کی کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ جب یہ بڑے ہوں گے، جب اپنے پاؤں پہ کھڑے ہوں گے تو رشتے بھی نبھالیں گے اور باقی کام بھی کرلیں گے۔ لہٰذا تعلیم اور امتحان کے ان چکروں میں ہم نے اپنی نسلوں کو کیا بنا ڈالا۔ ذرا مل کے دیکھیں تو سہی! بچیاں شادی ہو کر جاتی ہیں اور ایک انڈا بھی ابالنا نہیں آتا، چائے کا کپ بنانا نہیں آتا اور مائیں خوش ہیں کہ ہم نے جو کچھ کرنا تھا کرلیا۔ ہم نے اسے M.B.B.S کرادیا یا ہم نے اس کو انجینئرنگ کی ڈگری دلادی یا اس کو بزنس ایجوکیشن دلوادی یا دوسری تعلیم دلوادی۔ بس یہی ہمارا فرض تھا اور یہ ہم نے ادا کردیا۔

بچی امانت ہے۔ بچہ بھی امانت ہے۔ بچی امانت کے طور پر ملی تھی کہ اس کو ماں بننے کے لیے تیار کرنا ہے۔ ماں بننے کا جو قدرتی عمل ہے وہ تو اللہ تعالیٰ نے بنا دیا۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر سارا سسٹم بالکل صحیح [accurately] کام کرنے والا بنا دیا لیکن ماں بننے کی اور بیوی بننے کی جو ذمہ داریاں بچی نے پوری کرنی تھیں اس کے بارے میں کتنا guide کیا؟ ہماری سوسائٹی کے اندر سے یہ احساس اٹھ گیا کہ یہ وہ چیز ہے جو بچیوں کو سکھانی ضروری ہے۔

مانچسٹر یونیورسٹی سے ڈاکٹر جی۔ کے ورما آئے۔ یہ ہندو ہیں۔ ان کی ہمارے ساتھ یونیورسٹی میں ایک نشست sitting تھی۔ ہم نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہوا کہ پوری دنیا کو آپ نے co-education پر لگا کر اب women education کا department بنا لیا اور اب آپ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے علاقوں میں لڑکیوں کے تعلیمی ادارے الگ کر دیں۔ کل تک تو آپ لوگ خود اس کی وکالت کرنے والے تھے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو اکٹھا پڑھنا چاہیے اور ان کے educational institutes بھی اکٹھے ہونے چاہئیں کہ اس سے بہت confidence develop ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بڑی ٹھوکر کھائی ہے، confidence تو ایک طرف رہ گیا، وہ confidence کسی اور مقصد کے لیے استعمال ہو جاتا ہے یعنی بے حیائی کے مقاصد کے لیے۔ بات یہ ہے کہ فطرت دونوں کی الگ الگ ہے۔ Research studies ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ ایک عورت کو کسی اور فطرت [nature] پہ پیدا کیا گیا ہے۔ ایک مرد کی فطرت [nature] سے عورت کی فطرت [nature] مختلف ہے۔ عورت کے فرائض [responsibilities] مختلف ہیں۔ اس لیے ہم تو اس پہ کام کر رہے ہیں کہ عورتوں کے لیے علیحدہ نصاب بنایا جائے جو اس کو اس کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں مدد دے۔

بولیں! اب آپ کیا کہتے ہیں؟ اب تو non-muslims نے بھی محسوس کرنا شروع کر

دیا ہے کہ ''عورت اور مرد کی فطرت ایک ہے'' کا فلسفہ اب غلط ثابت ہو گیا ہے۔ دونوں کی فطرت ایک ہوتے ہوئے بھی ایک نہیں ہے۔ Responsibilities کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے دونوں میں فرق بنایا ہے۔ عورت کو دیکھئے تو اس کے اندر اتنی جذباتیت ہے کہ وہ بچوں پر اپنے جذبے نچھاور کر سکے۔ اس کے اندر ممتا ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی بات محسوس کرتی ہے اور اس حساسیت کی وجہ سے بعض اوقات رشتوں پر بہت برے طریقے سے اثر انداز ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس مرد کو اللہ تعالیٰ نے حوصلہ زیادہ دیا ہے، کام کرنے کی قوت زیادہ دی ہے۔ اس لیے مرد باہر کی طرف زیادہ توجہ رکھتا ہے جبکہ خواتین کو خواہ کتنا ہی پڑھا لیں، کتنا سمجھا لیں، وہ marks اچھے لے لیں گی، سب کچھ کر لیں گی لیکن بہر حال ان کی جو فطری مانگ ہے وہ ان کے اندر رہتی ہے، ماں بننے کی خواہش اور بیوی بننے کی خواہش۔ آپ اگر ان بچیوں سے پوچھیں جن کی شادی نہیں ہوئی، کیا ان کے اندر کسی کی بیوی بننے کی خواہش ہے؟ سچ جواب آئے گا تو یہی فطرت کے عین مطابق کہ ہاں بیوی بننے کی خواہش ہے اور شادی سے پہلے اس کی feelings بہت زیادہ نہیں ہوتیں لیکن عورت جب بیوی بنتی ہے تو فوراً ہی ماں بننے کی خواہش بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ اب ماں بننا چاہیے۔

آپ دیکھئے کہ جو تعلیم عورت کو نہ ماں بننے کے قابل بنا سکے، نہ بیوی کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے قابل بنا سکے تو اس تعلیم کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے۔ ایسے curriculum بننے چاہئیں جن کی وجہ سے عورت بھی اپنے فرائض [responsibilities] احسن انداز میں [properly] ادا کرنے کی پوزیشن میں آئے لیکن اگر سکولز، کالجز یا تعلیمی ادارے اپنا کام نہیں کرتے تو ماں کی گود تو بہت بڑا اسکول ہے۔ ماں کی گود تو اس کے لیے مدرسہ ہے۔ باپ کو تو اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں۔ آج مائیں یہ فرائض بھول گئی ہیں اس لیے گھر ٹوٹ رہے ہیں۔

آج اگر شادی کے فوراً بعد بچی مطالبہ کرتی ہے کہ میں نے اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا۔ آپ حیران ہوں گے کہ عین ولیمے کے دن پہ تقریباً 90% بچیاں اپنے شوہروں کے گِلے کرتی نظر آتی ہیں بلکہ more than 90% اور صرف گِلے ہی نہیں، چونکہ عورت کو confidence بہت مل گیا ہے لہٰذا وہ برملا کہتی ہے کہ اب واپس نہیں جانا۔ میرا چونکہ بچیوں کے ساتھ ایک تعلق واسطہ رہتا ہے اس وجہ سے بچیاں اپنی باتیں share بھی کرتی ہیں اور الحمدللہ انہیں اچھا guide کرنے کا موقع بھی ملتا ہے جس کی وجہ سے بچیوں کے لیے آسانیاں بھی پیدا ہوجاتی ہیں، اپنے گھروں کو سنبھالنے میں بھی اور اپنے رشتوں کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں بھی، لیکن یہ باتیں بڑی کھل کے سامنے آتی ہیں کہ ماؤں کی training کی وجہ سے ایسی mind setting ہوگئی ہے کہ شوہر میں عیب ہی عیب دِکھتے ہیں، اچھی باتیں نہیں دِکھتیں جس کی وجہ سے رشتہ برقرار رہنا بہت مشکل ہوگیا ہے۔

گھر ٹوٹنے کے جو اسباب اب تک ہم نے دیکھے ہیں ان میں سے ایک سبب مشترکہ مقاصد کا نہ ہونا ہے اور مشترکہ مقاصد کو دیکھتے ہوئے جب ہم نے جائزہ لیا تو ہمیں پتہ چلا کہ اس کے پیچھے علم کا نہ ہونا ہے، درست training کا نہ ہونا ہے، ذمہ داریوں کا نہ محسوس کرنا ہے اور یہ کہ معاشرے کے افراد کی کم فہمی اور بے شعوری اس میں بہت بڑا دخل رکھتی ہے جس کی وجہ سے گھرانے ٹوٹ رہے ہیں۔

یاد رکھیے گا کہ ایک گھر اکیلا نہیں ٹوٹتا۔ ایک گھر ٹوٹتا ہے تو سینکڑوں ہزاروں گھروں کے ٹوٹ جانے کے راستے بنا کر جاتا ہے، اور لوگوں کو بھی موقع ملتا ہے کہ ان کے گھر بھی اسی طرح سے متاثر ہوجائیں۔ یقین کریں کہ کوئی ایک فقرہ اگر سسرالی فیملی کے بارے میں کہہ دیں یا شوہر کے بارے میں کہہ دیں تو انسان کے حالات بڑے عجیب ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہمارا دین ہمیں کانوں، آنکھوں، ذہن اور زبان کی حفاظت کرنا سکھاتا ہے۔ یہ دین

ہے۔ یہ شعور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ذریعے سے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے توسط سے دیا کہ اس طرح سے دنیا کے گھر بھی محبت کا symbol بن سکتے ہیں اور اسی طرح محنت کرتے ہوئے آخرت کا گھر بھی نصیب ہو سکتا ہے۔ اب دیکھئے کیسی عجیب بات ہے کہ جن کی مائیں زندہ ہیں، باپ زندہ ہیں، وہ اپنی اولادوں کی فکر نہیں کرتے اور ہمیشہ postpone کرتے چلے جاتے ہیں کہ 'پھر دیکھیں گے'، 'آئندہ دیکھیں گے'۔ کتنی ہی بچیاں ہیں جو اپنی تکلیف میرے ساتھ share کرتی ہیں کہ جس وقت ہم young ہوئیں، ہماری ماؤں نے ہمیں نہیں بتایا کہ young ہونے کے مسائل کیا ہوتے ہیں؟ آپ نے اپنے آپ کو اب کیسے سنبھالنا ہے؟ ماؤں نے بس اتنا سمجھ لیا کہ young ہوتے ہوئے فقط جسمانی طور پر اپنے آپ کو ہینڈل کر لیا تو کافی ہے۔ دینی ذمہ داریاں تک نہیں سمجھائی جاتیں اور پھر یہ کہ بچی کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ اب young ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب کر لیا ہے، اب آپ ماں بننے کے لیے تیار ہو گئیں۔

اسی طرح بچوں کی تو کیا ہی بات ہے! فیملی میں سے کتنے ہی بچے ہیں جو share کرتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ ہمیں کبھی ہمارے ماں باپ نے young ہونے کے مسائل نہیں بتائے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے؟ کبھی آج تک یہ بات ہوئی ہی نہیں۔ صرف ایک ہی بات ہے کہ پڑھ لو، کچھ کر لو، بزنس کر لو، جاب کر لو، شادی کر لو۔ گویا

پیدا ہو جاؤ۔

پڑھ لو۔

اپنے پاؤں پہ کھڑے ہو جاؤ

اور پھر چار بچے پیدا کر کے مر جاؤ۔

یہ ہے وہ کہانی جو ماں باپ سکھا دیتے ہیں کہ تم نے دنیا میں رہنا ہے تو دنیا سے کچھ لینا

ہے اور پھر چلے جانا ہے۔ میرا دل ایک واقعے نے بہت دہلایا۔ میرے کزن اور ان کی wife کی مکہ سے ریاض جاتے ہوئے accidental death ہوگئی۔ ان کے ساتھ ان کی پانچ بچیاں تھیں۔ سب سے چھوٹی بچی ڈیڑھ سال کی تھی اور بڑی بچی آٹھ سال کی تھی۔ دو بچیاں twins تھیں۔ میری بھابھی pregnant تھیں اور وہ دونوں میاں بیوی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے تھے۔ چھوٹی بچی ماں کی گود میں تھی اور باقی بچے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آدھی رات کے بعد جس وقت انسان نیند میں جانے لگتا ہے جانے کیا ہوا؟ جانے والے تو چلے گئے، بات بتا نہیں سکتے کہ ان کے ساتھ کیا بیتی؟ لیکن حالات وواقعات بہت سارا سبق دیتے ہیں۔ ان دونوں میاں بیوی اور ایک بچی کی death ہوگئی اور باقی چاروں بچیاں چیخ رہی تھیں۔ پھر وہاں موٹروے پولیس آئی اور انہیں قریبی ہاسپٹل میں شفٹ کیا گیا۔

ان بچیوں کے دادا ابو بھی وہیں پر تھے جو میرے خالو لگتے ہیں۔ یہ لوگ بھی عمرہ کر کے واپس آرہے تھے اور وہ عید کا دوسرا دن تھا، لیکن اُن کے پیپرز میں سے میرے خالو کا کہیں سے بھی کوئی نشان نہیں ملا حالانکہ وہ مکہ میں ہی موجود تھے اور ان کو بڑی جلدی اطلاع ہوسکتی تھی۔ پاکستان ایمبیسی میں اطلاع دی گئی۔ میرے جو بھائی فارن ایمبیسی میں تھے ان کو فوراً اطلاع ملی اور اس طرح فیملی کو یہاں جلدی اطلاع مل گئی لیکن مکہ میں موجود افراد کو trace out کرنا انتہائی مشکل ہوگیا۔ پھر جب ملے تو ویزہ لگتے لگتے چھ دن گزر گئے۔ وہ چھ دن ایسے ہیں جن کے بارے میں میری بھتیجی مجھے بتاتی ہیں کہ ہم پر کیا بیتی؟ کہتی ہیں کہ میں برداشت ہی نہیں کر پاتی کہ اس تصویر کو دیکھ سکوں جو میرے ماں باپ کی ہے، جو بعد میں دادا نے جانے پر بنالی تھی۔ اس وقت جب میں نے اپنے دادا کے ساتھ جا کر اپنے امی ابو کو دیکھا تو فریزر میں سے یوں میرے ماں باپ کو باہر نکالا گیا کہ ماں کا خون نکلا ہوا تھا اور باپ کے بھی کانوں سے خون نکلا ہوا تھا۔ کہتی ہیں کہ چھ دن بعد انہیں غسل دیا گیا۔ اس آٹھ سال کی

بچی کی یادداشتیں اتنی عجیب نوعیت کی ہیں، کہتی ہیں کہ غسل کے بعد ہم سے کہا گیا کہ اگر آپ اپنے ماں باپ کو دیکھنا چاہتے ہو تو آ جاؤ۔ کہتی ہیں کہ جب میں نے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو اس کے بعد بس چیخیں تھیں اور پھر مجھے وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ اب بھی میں ان کا چہرہ دیکھتی ہوں تو چیخوں کے سوا کچھ نہیں رہ جاتا۔

آج جب کبھی میں والدین کو دیکھتی ہوں کہ وہ اپنے بچوں کی فکر نہیں کرتے تو مجھے ان کا وجود فریزر میں لگے ہوئے ان والدین کی طرح محسوس ہوتا ہے جو اب اپنے بچوں کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ کل فریزر میں تھے اور آج اپنی قبروں میں ہیں۔ ان ماں باپ نے تو اپنے بچوں کو بہت کچھ سکھانے کی کوشش کی لیکن وقت نے مہلت نہیں دی۔ آج جن کو مہلت ملی ہے ان کو احساس نہیں ہے کہ ہم پر ہمارے بچوں کی کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ دیکھیں جو ماں اپنے بچے کی خوراک کے لیے اتنی conscious ہے، اس کے لباس کے لیے conscious ہے، اس کی تعلیم کے لیے conscious ہے، اس کی شادی کے لیے conscious ہے اور جو ماں باپ اپنے بچوں کے روزگار کے لیے conscious ہیں، وہ ان کے اخلاق کے لیے کیوں conscious نہیں ہوتے؟ ان کے ربّ سے تعلق کے لیے کیوں conscious نہیں ہوتے؟ دونوں نے مل بیٹھ کے کبھی اس بارے میں سوچا ہی نہیں۔ دونوں کا مشترکہ مقصد یہ ہے ہی نہیں کہ بچوں کی تربیت کریں۔ اگر بچے بڑے ہو گئے تو اس میں ماں باپ کا کیا کمال ہے؟ یہ تو ربّ کا کمال ہے۔ ربّ بڑھاتا ہے اور اگر لباس، خوارک یا دیگر انتظامات ہو رہے ہیں تو محض یہی انتظامات ذمہ داریاں نہیں ہیں۔

اصل ذمہ داری انہیں اچھا انسان بنانا ہے۔

انہیں اللہ تعالیٰ کی آگ سے بچانا ہے۔

اور اس آگ سے بچانے کے لیے وہ کوششیں نہیں کی جاتیں جو ہماری ذمہ داری ہیں۔

وہ کوششیں کیا ہیں؟ آگ سے بچانے کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں؟ دیکھئے! جہاں کہیں جوڑے (میاں بیوی) کو شعور نہیں ہوتا، وہاں بچے کو بھی شعور نہیں ہوتا اور جب شعور نہیں دیا جاتا تو وہ گھرانہ جو بڑی محبت سے بنا ہوا ہوتا ہے، دنیا کا گھر بھی ٹوٹ جاتا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ آخرت کا گھر تو ہمیشہ کے لیے ہی ٹوٹ جاتا ہے۔

آپ عملی طور پر دیکھنا چاہیں تو اپنے اندر سے دیکھ لیں۔ اپنے لیے، اپنے بچوں کے لیے آخرت کے گھر کی کتنی تمنا ہے؟ کتنی طلب ہے؟ آپ کو یہ طلب ٹوٹی ہوئی نظر آئے گی یا شاید اس کی کرچیاں بھی نظر نہ آئیں کیونکہ دنیا کے گھر کی خواہش اور دنیا میں پھلنے پھولنے کی خواہش اتنا زیادہ بڑھ گئی کہ وہ خواہش کہیں دَب کر، گھٹ کے اندر ہی رہ گئی۔ اب وہ اندر سے ملتی ہی نہیں کہ ایک اور گھر بھی ہمارا منتظر ہے۔ یا وہ گھر آگ کا ہوگا یا باغات کا ہوگا لیکن اس کا تعلق ہمارے اعمال سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے یہ سسٹم بنایا ہے کہ ہم اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے اس گھر کی بھی فکر کریں اور آنے والے گھر کی بھی فکر کریں جو ہمیشہ کے لیے نصیب ہونا ہے۔

دیکھیں اگر ہم بات کریں گے تو ان دونوں گھروں کی کریں گے۔ گھر دنیا کا بھی ٹوٹ رہا ہے اور گھر آخرت کا بھی ٹوٹ رہا ہے۔ ہم بڑے سے بڑا خواب دیکھتے ہیں تو پورا نہیں کر پاتے کیونکہ اس دنیا میں ایسا ممکن نہیں کہ جو ہم چاہیں وہ ہو جائے۔ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ہماری مرضی کے مطابق نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ایسا ہو بھی جاتا ہے لیکن اکثر مرضی کے مطابق نہیں ہوتا۔ ہم اپنی ساری چاہتیں یہاں پوری نہیں کر سکتے۔ ہمارا یہ گھر عارضی [temporary] ہے لیکن بہر حال ہے تو گھر ہی۔ اس لیے اِس گھر کی بھی فکر کرنی ہے اور اُس گھر کی بھی فکر کرنی ہے۔

ہم دیکھ رہے تھے کہ دنیا میں جو جوڑا بنتا ہے وہ مشترکہ مقاصد نہیں رکھتا۔ دونوں دنیا کی

بھاگ دوڑ میں ایسے مصروف ہوتے ہیں کہ انہیں مشترکہ مقصد کے لیے ہوش ہی نہیں رہ جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے چھوٹے سے پیارے سے گھر کا، خاندان کا مقصد بنانا چاہیے۔ یہ مقصد وہ نہیں جو ہم اپنی مرضی سے بنالیں بلکہ یہ مقصد اللہ ربّ العزت نے خود دے دیا:

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

''اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔''

یہ گھر کی mission statement ہے۔ دنیا کی آگ سے بھی بچانا ہے اور دوزخ کی آگ سے بھی بچانا ہے لیکن ہوتا کیا ہے؟ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو فقط دنیا بنانے کی سوچتے رہتے ہیں جیسے سورۃ البقرۃ میں اللہ ربّ العزت نے فرمایا:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (سورۃ البقرہ:200)

''پھر لوگوں میں سے کوئی کہتا ہے: اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا ہی میں دے دے اور اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔''

یعنی جو فقط دنیا کا گھر چاہتا ہے اسے آخرت کے گھر کا کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسان فقط دنیا ہی کا گھر چاہے؟ سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (الانعام:29)

''اور انہوں نے کہا کہ زندگی تو بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہم اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔''

یہ ہے اصل بات۔ سوچ کی خرابی ہے جس کی وجہ سے ایک انسان فقط دنیا کو ہی اپنا مطمعِ نظر بنالیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم گھروں کے ٹوٹنے کے اسباب دیکھنا چاہیں تو اس کے کچھ عقلی اسباب ہوتے ہیں اور یہاں بھی ہم جو بنیادی سبب دیکھ رہے ہیں وہ

مشترکہ مقاصد کا نہ ہونا ہے۔ یہ بھی عقلی سبب ہی ہے۔ ایک انسان اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتا جس کی وجہ سے پھر گھر کو جنت نشان نہیں بنا سکتا۔

اگر عقلی اسباب میں ہم دیکھیں تو پہلا سبب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے بے شعوری برتتے ہیں۔ سورۃ الانفطار میں اللہ ربّ العزت نے احساس دلانے کے لیے سوال کیا ہے۔ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (سورة الانفطار:6)

''اے انسان! کس چیز نے تجھے اپنے ربّ کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا؟''

پوچھیں تو سہی اپنے آپ سے!

مَا غَرَّكَ ؟

کس نے تجھے دھوکہ دیا؟

کون ہے دھوکہ دینے والا؟

کس نے تجھے ربّ کے بارے میں سوچنے ہی نہیں دیا؟

کیسی بے شعوری کی زندگی ہے کہ انسان اپنے ربّ کے بارے میں فقط ایک ہلکی سی information رکھتا ہو لیکن ربّ سے تعلق کو سمجھتا ہی نہ ہو۔ اسی وجہ سے ربّ العزت نے سورۃ الحشر میں فرمایا:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ (الحشر:19)

''اور تم اُن لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے۔''

دیکھیں! گھر بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی بسیں گے، اس کے دیئے ہوئے پروگرام سے ہی بسیں گے اور گھر اللہ تعالیٰ کی ذات سے بے شعوری کی وجہ سے ٹوٹیں گے۔ دیکھیں

یورپ ٹوٹ گیا اس لیے کہ یورپ کا گھر ٹوٹ گیا۔ آج وہ معاشرہ کتنا زیادہ بے سروسامانی میں مبتلا ہے!

میرے شوہر کو ان کے دوست نے بتایا جو وہاں رہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر سے باہر نکلا تو میں نے ہمسایوں کی بچی کو روتے دیکھا۔ جوان بچی تھی، میں نے اسے بہت دفعہ آتے جاتے دیکھا لیکن ہمارا آپس میں بہت زیادہ تعلق نہیں تھا۔ ہمسائیگی کے ناطے میں نے بچی سے پوچھا کہ تم یہاں عین سڑک کے کنارے بیٹھی کیوں رو رہی ہو؟ بچی نے بتایا کہ آج میرے ماں باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ وجہ کیا ہے؟ تمہارے ماں باپ نے تمہیں کیوں گھر سے نکال دیا؟ پتہ چلا کہ ماں باپ کہتے ہیں کہ اب ہم تمہارا بوجھ نہیں اٹھا سکتے، جاؤ اپنی ذمہ داریاں خود اٹھاؤ۔ خود کماؤ، خود کھاؤ، ہم اب تمہاری ذمہ داریاں نہیں اٹھا سکتے۔ بچی کہتی ہے کہ مجھے اپنے ماں باپ سے محبت ہے، میں ان سے دور نہیں ہونا چاہتی، مجھے اپنے گھر سے محبت ہے، مجھے اپنی چیزوں سے محبت ہے۔

دیکھئے! ماں باپ بڑی محبت سے اپنی بچیوں کو رخصت کرتے ہیں تب بھی وہ ان کے دلوں سے وہ محبت نہیں نکال سکتے جو اپنے چھوٹے سے گھروندے کے لیے ہوتی ہے، جس گھرانے میں انہوں نے بچپن سے لے کے اپنی جوانی تک پرورش پائی ہوتی ہے۔ جن بچیوں کو اپنے گھروں سے نکال دیا جاتا ہے، جن پر گھر کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، ان کی جذباتی اور نفسیاتی کیفیت کو دیکھئے۔ جن کے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا وہ کہاں چلی جائیں؟ وہ کس در پہ جائیں؟ جانتے ہیں آج یورپ میں بن بیاہی ماؤں کی کتنی بڑی ratio ہے! جن کو پھر کبھی شادی کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

مجھے میری ایک student نے بتایا جو اس وقت بولٹن میں رہتی ہیں۔ کہتی ہیں کہ ہمیں ایسے سین دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے کہ ایک چھوٹی سی بچی ہے، اس کے ساتھ اس کی ماں ہے اور

اس کی نانی ہے۔ کہتی ہیں کہ شروع میں مجھے سمجھ نہیں آتی تھی کہ بچی ہے، ماں ہے اور نانی ہے جبکہ ان کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہوتا۔ کہتی ہیں کہ gradually آتے جاتے، واک کرتے ہوئے ہم نے پوچھنا شروع کیا کہ آپ ہمیشہ اکیلی کیوں ہوتی ہیں؟ پتہ چلا کہ نانی کے ساتھ بھی وہی بیتا تھا، ماں کے ساتھ بھی اور اب اس بچی کو بھی اس کا باپ چھوڑ کے چلا گیا۔ جب رشتے ٹوٹتے ہیں تو گھر ہی ٹوٹ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رشتے کی یہ chain نہیں بنائی کہ عورتیں ہی عورتوں کی حفاظت کرتی رہیں، عورتیں ہی عورتوں کو سنبھالتی رہیں اور بچیوں اور بچوں کو سنبھالتی رہیں۔ جو طریقہ کار یورپ کے پیچھے لگ کے آج ہم اختیار کر چکے ہیں، اس کا نتیجہ بھی یہی نکلنے والا ہے اور وہ وقت دور نہیں ہے۔ دیکھیں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو logical sequence میں آتی ہیں۔ پتہ چلتا ہے کہ ایک کے بعد اگلا step کیا ہے؟ اور پھر اگلا کیا ہے؟ پھر اگلا کیا ہے؟

دیکھیں پاکستان میں پہلے ایسے old houses نہیں تھے جیسا کہ اب بننے شروع ہو گئے۔ جب بچے اپنے ماں باپ کو برداشت نہیں کرتے تو ماں باپ بھی اپنے بچوں کو برداشت نہیں کرتے۔ ماں باپ بھی ان سے آزاد ہونا چاہتے ہیں اور آپ یہ دیکھئے کہ ماں باپ جب بچوں سے آزاد ہونا چاہتے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ یوں بچے ماں باپ سے بیزار ہیں اور ماں باپ بچوں سے بیزار ہیں۔ نتیجہ کیا ہے؟ گھر اُجڑ گئے، گھرانے نہ رہے۔ ہم نے انسان ہوتے ہوئے کیا زندگی اس خواب کے لیے بُنی ہے؟ کیا یہ ہے وہ بڑی سے بڑی منزل جہاں تک ہم پہنچنا چاہتے ہیں؟ اس پروگرام کے سہارے جو آج ہمارے بیڈرومز تک میں پہنچ چکا مختلف چینلز کے توسط سے، نیٹ کے توسط سے۔ جو کچھ ہم اور ہمارے بچے اپنے گھروں میں رہ کر observe کرتے ہیں، یہ سب کچھ گھروں کے کمروں کے اندر چھپا نہیں رہ جائے گا، اس کے اثرات ذہنوں پر بھی ہوتے ہیں، قلب پر بھی ہوتے ہیں اور پھر

پورے معاشرے پر ہوتے ہیں۔ یہ چیزیں رنگ لا کر رہتی ہیں اور ان کا رنگ اچھا نہیں ہے۔ یہ ایسا بدنما رنگ ہے جو کبھی اترتا بھی نہیں ہے۔ جس سوسائٹی پر یہ بے حیائی کا رنگ چڑھا ہے، اسے تباہ و برباد ہونے سے کوئی نہیں بچا سکا، وہ ہمیشہ downfall کا شکار ہوئی ہے۔

اس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ گھر ٹوٹنے کی بنیادی وجہ بے شعوری ہے چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بے شعوری ہو یا مقصدِ زندگی سے بے شعوری ہو۔ یعنی آپ یہ دیکھئے کہ جس couple نے آئندہ آنے والی نسل کی تربیت کرنی ہے، اس کو بھی پتہ نہیں ہے کہ مجھے زندگی کیوں ملی ہے؟ اس کو بھی اتنا ہی پتہ ہے جتنا ایک بلی کو پتہ ہے، جتنا ایک ڈوگی کو پتہ ہے یا جتنا ایک پرندے کو پتہ ہے۔

Eat, drink and be marry, tmorrow we may die.

کھاؤ، پیو اور عیش کرو، کل تو مر ہی جانا ہے۔

یہ انسانی زندگی کا مقصد نہیں ہے جو لوگوں نے خود سے متعین کر لیا۔ انسانی زندگی کے مقاصد اس سے مختلف ہیں۔ یہاں پر گھر کے مقصد کو ہم نے دیکھا کہ ''اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ''۔ زندگی کا مقصد بھی تو یہی ہے۔ ربّ العزت نے انسانی زندگی کا مقصد متعین کیا ہے۔ فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:56)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے ماسوا کسی مقصد کے لیے پیدا نہیں کیا۔''

اصل مقصد غلامی ہے، اللہ تعالیٰ کی غلامی، اور انسان غلامی کیسے اختیار کر سکتا ہے؟ مالک کے احکامات کو سمجھ کر۔ مقصدِ زندگی کا وہ شعور جو اللہ تعالیٰ کی کتاب دیتی ہے، دراصل وہ شعور ہمارے پاس نہیں ہے، ہماری نسلوں کے پاس نہیں ہے۔ اس شعور کی کوئی ضرورت بھی feel

نہیں کرتا۔ہم سب یہاں پر اسی لیے اکٹھے ہوئے ہیں کہ یہ دیکھیں کہ ہماری زندگی کا اصل مقصد کیا ہے؟ یہ مقصد ہمیں کہاں سے مل سکتا ہے؟ اور اس مقصد کے مطابق ہم زندگی کیسے گزار سکتے ہیں؟ مقصد اگر میں، آپ اور دنیا بھر کے انسان مقرر کرنا چاہیں تو اتنے مقاصد ہو جائیں گے کہ ان کے درمیان کوئی ہم آہنگی نہیں رہے گی۔ مقصد تو انسانیت کا ایک ہے اور وہ یہی ہے کہ انسان اپنے ربّ کا ہو کر رہے کیونکہ وہ ہے ہی ربّ کا اور ربّ کی طرف ہی اس نے لوٹ کر جانا ہے۔ اتنا پیارا پیغام[massage] ہے کہ جب کوئی چیز کھو جائے، جب کوئی نقصان ہو جائے، جب کوئی مصیبت پہنچے، اس موقع پر پڑھنے والا پیغام[massage]۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (البقرہ:156)

''یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

یقین کریں آج گھروں کی صورت حال پہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے کو بہت دل کرتا ہے اس لیے کہ واقعی گھروں کے ہاتھوں ہم ایسے ہی موڑ پر پہنچ گئے ہیں۔ بات کسی ایک گھرانے کے نہیں، ہم سب ایک ہیں، بات ہم سب کی زندگیوں کی ہے، اس زندگی کی بھی اور آنے والی زندگی کی بھی۔ بات ہماری اولادوں کی بھی ہے، بات ہمارے شوہروں کی بھی ہے، بات ہمارے والدین، ہمارے رشتے داروں کی بھی ہے، بات اس سوسائٹی میں بسنے والے تمام افراد کی ہے۔ جو بھی زمین کے باشندے ہیں سبھی کی بات ہے کہ ہم سب کو اپنے مقصدِ زندگی کا شعور حاصل کرنا چاہیے۔ اگر ہم دیکھیں تو ربّ العزت نے اپنی کتاب میں اس بات کا احساس بھی دلایا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ المؤمنون میں ربّ العزت سوال کرتے ہیں:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (المومنون:115)

''پھر کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یقیناً ہم نے تمھیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور یقیناً

تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا؟‘‘

دل کے اندر سے اگر جھانک کر دیکھیں اور سچائی کے ساتھ جھانک کر دیکھیں تو آپ کو یہ بات نظر آ جائے گی کہ انسان کو زندگی گزارتے ہوئے واقعی یوں لگتا ہے اور جیسے وہ کام کرتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ گویا کبھی لوٹ کر نہیں جانا۔ یقین نہیں آتا تو اپنے کپڑوں کو دیکھ لیجیے، جیولری کو دیکھ لیجیے، اپنے ساز و سامان کو دیکھ لیجیے، اپنے بینک بیلنس کو، اپنے بزنس کو، اپنے گھروں کے اندر کے ساز و سامان کو دیکھیے۔ ہر چیز کیا بتاتی ہے؟ گویا سدا یہیں رہنا ہے۔ انسان کی مجبوری بھی یہ ہے کہ وہ ظاہر پرست ہے۔ جو کچھ اس کے سامنے ہوتا ہے اس کو تو وہ محسوس کرتا ہے لیکن جو سامنے نہیں ہوتا اس کے بارے میں اس کو اتنی آگاہی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہی دینے کے لیے کتاب بھیجی ہے کہ اگر تمہیں نہیں پتہ تو ہم بتا دیتے ہیں کہ تمہیں ہم نے کیوں پیدا کیا؟ اور دیکھو کہ تمہاری صورتِ حال کیا ہے کہ تمہارے خیالات، تمہارے گمان تمہیں کہاں تک لے گئے ہیں؟

اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا

’’گویا کہ ہم نے تمہیں بے مقصد ہی پیدا کر دیا ہے۔‘‘

وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ

’’اور یقیناً تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا۔‘‘

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ایک انسان یہ سوچے گویا اس نے کبھی لوٹ کر نہیں جانا؟ انسان لمبی لمبی امیدوں میں، آرزوؤں میں کھویا رہتا ہے۔ آپ بچپن سے لے کے جوانی تک دیکھیں۔ مجھے حاجی کیمپ میں کئی خواتین سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے خواتین کو دیکھا تو محسوس کیا کہ دنیا بھر میں شاید پاکستان، انڈیا اور بنگلہ دیش کا ایریا ایسا ہے جہاں سے سب سے بزرگ لوگ حج و عمرہ کے لیے جاتے ہیں۔ وہاں مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ اپنی بیٹی کو حج

کے لیے لے کر جارہی ہیں، آپ ٹھیک تو ہیں؟ میں نے کہا: ہاں الحمدللہ! مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں ہی تو ٹھیک ہوں۔ یعنی جو کام ہم اس عمر میں نہیں کر سکے، اپنے بچوں کو تو کروا دیں۔ کہتی ہیں کہ دراصل حج جب فرض ہوتا ہے تب ہی تو ادا کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ ایسی بات نہیں ہے۔ وہ فرض حج ہے جو بلوغت کے بعد اور استطاعت پر ادا کیا جاتا ہے لیکن حج کرنے پہ تو کوئی پابندی نہیں چاہے پیدا ہوتے بچے کو حج کروا دیں، چاہے بچے وہیں جا کر پیدا ہو جائیں وہ بھی حج کر لیں، چاہے بڑے بچے حج کر لیں۔ وہاں پر جو بات سب سے زیادہ میں نے محسوس کی کہ ایک خاتون جو میرے پاس بیٹھی تھیں کہنے لگیں کہ میری یہ عمر آ گئی delay کرتے کرتے، ساری زندگی میں نے ذمہ داریاں نبھانے کی کوشش کی اور اب مجھ سے یہ فریضہ نبھایا نہیں جا رہا۔ مجھے لگتا ہے کہ میں یہ کام نہیں کر پاؤں گی۔

مجھے اس وقت احساس ہوا کہ اس علاقے کے رہنے والوں کو زیادہ بے شعوری لاحق ہے کہ زندگی کے مقصد کو نہیں سمجھتے۔ postpone اسی چیز کو کیا جاتا ہے جو کم اہمیت کی حامل ہو، جس کو postpone کیا جا سکے لیکن جو ایمرجنسی ضرورت [emergency need] ہوتی ہے، انسان اس کو فوراً پورا کرتا ہے۔ کچھ ہمارے علماء نے ذمہ داریوں کو ہمارے سروں پہ اتنا چڑھا دیا ہے جس کی وجہ سے سب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گویا ہم نے پہلے بچے نہ پالے تو حج نہیں ہو سکتا، پھر پڑھائے نہیں تو حج نہیں ہو سکتا، پھر شادیاں نہ کیں تو تب بھی حج نہیں ہو سکتا، پھر بچوں کے بچے نہ سنبھالے تو تب بھی حج نہیں ہو سکتا۔ آخر حج کرنے کا کون سا موقع رہ گیا؟ یہ تو ایک مثال تھی جو میں نے آپ کے سامنے رکھی۔ ہمارا زندگی کے معاملات میں ایسا ہی رویہ ہے۔ ہم جن چیزوں کو postpone کرتے ہیں وہ ہمارے لیے سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہیں اور جن چیزوں کو سینے سے لگا کے بیٹھتے ہیں وہ ہمارے لیے اتنی اہم نہیں ہوتیں۔ مثال کے طور پر اس گھر کی تو ہمیں فکر ہے، اس گھر کے مال کے لیے بھی

فکر ہے، اس گھر میں رہنے والوں کے کھانے کی بھی فکر ہے، پہننے اوڑھنے کی بھی فکر ہے، اس گھر میں رہنے والوں کی آئندہ زندگیوں کی بھی فکر ہے لیکن جس انداز کی فکر ہے وہ انداز انسانوں کو خوشیاں دینے میں ناکام رہتا ہے۔

مجھ سے ایک خاتون ملیں تو انہوں نے کہا کہ میری بچی جس کو ہم نے اتنے نازوں سے پالا، چار بھائیوں کی اکلوتی بہن ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہماری بچی کے ساتھ بھی ایسا معاملہ ہو جائے گا۔ ہم نے اسے دور دیس بیاہ دیا اور جب وہ وہاں گئی تو اس کے سسرال والوں نے اس پر اتنے ظلم کیے کہ بالآخر میری بہت صبر کرنے والی بچی گھبرا اٹھی۔ وہ اپنے سسرال والوں سے الگ ہو گئی اور اب مجھے اس کے پاس جانا ہے کہ میں اسے سنبھال سکوں اس لیے کہ ابھی فوری طور پہ اس کا واپس آنا ممکن نہیں۔ اب اس کا ایک چھوٹا سا بچہ بھی ہے۔ ظاہر ہے کچھ کمائے گی تو اپنے بچے کو بھی سنبھال سکے گی اور ہم پھر ہی واپس آنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ایسا کیوں ہوا؟ کہتی ہیں کہ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہم نے رشتہ کیا، ہم نے ان کے مال کو دیکھا، فیملی کو دیکھا، caste کو دیکھا، ان کی ظاہریت کو دیکھا لیکن ہم نے ان کی سیرت، ان کے کردار کو نہیں دیکھا۔ ہم نے یہ سوچا ہی نہیں کہ یہ بھی برے لوگ ہو سکتے ہیں۔ ویسے تو بہت اچھا پہنتے اوڑھتے ہیں، باتیں بھی بڑی اچھی کر لیتے ہیں لیکن یہ پتہ نہیں تھا کہ کل وہ ہماری بچی کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔

میں یہ مثال اس وجہ سے آپ کے سامنے رکھ رہی ہوں کہ آج صرف ملک سے باہر رہنے والوں کا یہ حال نہیں، یہاں رہنے والوں کا بھی یہی حال ہے کہ جس چیز کی طرف توجہ دی جاتی ہے وہ مال ہے، مادیت ہے لیکن جس چیز کی طرف توجہ دینی چاہیے یعنی انسانیت، اچھے اخلاق اور اچھا کردار، اس کی طرف کسی کی توجہ نہیں۔ اگر آپ دیکھنا چاہیں تو جن گھروں میں دادیاں موجود ہیں ذرا ان کے اسٹیٹس کو دیکھ لیں۔ گویا ماں نے بچے کو اسی کام پہ لگا رکھا

ہے کہ جاؤ دیکھو دادی کیا کر رہی ہیں؟ یہ فکر نہیں ہے کہ دادی کو اگر کوئی ضرورت ہو تو میں پہنچوں۔ Normally دادیوں کے حالات اس لیے پوچھے جاتے ہیں کہ ان کا پورا نامۂ اعمال تیار ہو سکے اور پھر اس کی اطلاعات شوہر اور باقی لوگوں کے سامنے رکھی جا سکیں تاکہ لوگوں کے ذہن میں ان کا impression خراب ہو جائے۔ یہ وہ چیز ہے جو رشتوں کو توڑ رہی ہے یعنی جس رشتے کو سب سے زیادہ محبت والا بنانا تھا، وہ رشتہ کیسا ہو گیا؟

آج آپ دیکھیں بیٹوں کے گھروں میں مائیں اجنبی ہو گئیں۔ مائیں جاتی ہیں تو بچے پہچانتے نہیں ہیں، پاس بیٹھنا نہیں چاہتے، ان کے جھریوں بھرے چہرے سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ ماؤں نے انہیں اپنے حسین چہرے تو دکھائے لیکن جھریوں بھرے چہرے کی عزت نہیں سکھائی، ان کے حقوق ادا کرنے نہیں سکھائے اس لیے بچے بے پرواہ رہتے ہیں۔ دادی کے دل میں تو محبت ہے کہ میں اپنے پوتے یا پوتی کو سنبھالوں، اس کے ساتھ باتیں کروں لیکن وہ وقت دینے کے لیے تیار ہی نہیں اور نوشتۂ دیوار ہے، درحقیقت آج جو کچھ بچوں کو سکھا رہے ہیں کل بچوں نے وہی اصول ماں باپ پہ بھی impliment کرنے ہیں۔ کیسی عجیب بات ہے کہ جن ماں باپ نے اپنی جوانیاں گلائیں، آج اُن کا شعور بھی اپنے بچے کو نہیں دیا۔ ایسا کیوں ہے؟ جو انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خود ناانصافی کرتا ہے، بھولتا ہے، بے شعور رہتا ہے، بچوں کو اس کا شعور نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ اس سے خود انتقام لیتا ہے۔ فرمایا:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (سورہ الحشر:19)

''اور تم اُن لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنا آپ بھلا دیا۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

یہ ہے اللہ تعالیٰ کا انتقام۔ اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی اور اپنی آنے والی نسلوں کی فکر ہی

اتار دیتے ہیں۔ پھر انسانوں کو فکر نہیں رہ جاتی کہ اچھا انسان بنانا، ان کی تربیت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ مقصدِ زندگی سے جن لوگوں کو بھی بے شعوری ہوتی ہے ایک خاص چیز ان کے اندر آتی ہے کہ وہ ذمہ داریوں سے بھی بے شعوری برتتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔ پھر امام بھی حاکم ہے اور جوابدہ ہے۔ مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اس سے سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر پر حاکم ہے اس سے سوال کیا جائے گا۔ غلام اپنے آقا کے مال پر نگران ہے اس کے لیے جوابدہ ہے۔ پھر ہر شخص حاکم ہے اور اپنی اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔'' (صحیح بخاری:5188)

اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے کچھ ذمہ داریاں دی ہیں۔ ہر ایک نے وہ ذمہ داریاں پوری کرنی ہیں۔ یہاں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان ذمہ داریوں کے بارے میں جوابدہی ہوگی، حساب کتاب لیا جائے گا لیکن جو ماں باپ اپنے بچوں کو ان ذمہ داریوں کا شعور ہی نہیں دیتے، وہ اپنے بچوں کو اپاہج بنا دیتے ہیں۔ جسمانی طور پر توانا ہیں لیکن انسانیت کے اعتبار سے اپاہج کیونکہ انسانیت کو وہ کچھ دینے کے قابل نہیں ہوتے۔ جیسے کسی نے کہا:

ہزار سبز سہی رائیگاں سی لگتی ہے
وہ شاخ جس پہ کبھی آشیاں بنا ہی نہیں

بچے خواہ کتنے صحت مند، کتنے توانا ہوں لیکن جن بچوں کے دلوں میں رشتوں کی محبت پیدا نہیں ہوئی، جن کے اندر ذمہ داریوں کا احساس ہی اجاگر نہیں ہوا، جو ان کاموں کو پورا کرنے کے لیے تیار ہی نہیں، ان بچوں کی زندگیاں رائیگاں ہی تو ہیں، بے کار۔ اپنے ماں

باپ اپنے ہی بچوں کو یوں بے کار کر دیتے ہیں کہ انہیں مقصدِ زندگی کا شعور نہیں دیتے۔ اسی وجہ سے سورۃ الانبیاء میں ربّ العزت نے فرمایا:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (سورۃ الانبیاء:1)

''قریب آ گیا لوگوں کے لیے ان کا حساب اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔''

بات یہ ہے کہ مقصدِ زندگی سے بے شعوری انسان کو ذمہ داریوں سے بے شعور بنا دیتی ہے اور انسان ذمہ داریاں جب نہیں سمجھتا تو اس کی تہہ میں بھی کچھ اور باتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب آخرت کی جوابدہی سے بے شعوری انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے، پھر وہ responsibilities نہیں اٹھاتا۔ جس بچے کو یہ نہیں پتہ کہ میرے ماں باپ کے بارے میں مجھ سے سوال ہوگا اور اس کی مجھے سزا [punishment] دی جائے گی، وہ اپنے ماں باپ سے حسنِ سلوک کیوں کرے؟ اس کو آپ حسنِ سلوک کرنے کے لیے کچھ سکھا لیں، کچھ پڑھا لیں، بات ہے انجام کی۔ کسی کے سامنے اچھا یا برا انجام نہیں آتا تو اس کا نتیجہ بھی سامنے نہیں آتا یعنی اس کو سامنے رکھتے ہوئے رویئے میں تبدیلی بھی نہیں آتی۔

اس لحاظ سے جس بنیادی چیز کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، وہ آخرت کا شعور حاصل کرنا ہے۔ بات آخرت کے شعور کی ہو، مقصدِ زندگی کے شعور کی ہو یا بات ربّ کے شعور کی ہو، یہ شعور دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے بھیجے، اپنے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں تاکہ انسان اپنی زندگی کی instructions اس کتاب سے لے سکے۔ کتاب شعور دیتی ہے اور وہ شعور انسان لینا نہیں چاہتا کہ ہمیں سب پتہ ہے۔ اگر پتہ ہو تو کیا آج گھرانوں کی یہ صورتِ حال ہو کہ حقوق و فرائض کی ادائیگی کا پتہ ہی نہ چلے، اچھے اخلاق کے بارے میں سوچنے کی مہلت ہی نہ ملے؟

اخلاق کی تو صورت حال یوں بگڑ گئی کہ لگتا ہے جیسے جھوٹ بولنے کے بارے میں سب نے طے کر لیا کہ یہ کوئی برائی نہیں ہے اور اگر طے کی ہوئی بات کو اندر سے جھانک کر دیکھنا چاہیں تو دیکھئے کہ جو انسان خود جھوٹ بولتا ہے، اگر اس کے ساتھ کوئی جھوٹ بولے تو وہ برداشت نہیں کرتا۔ اسے اچھا نہیں لگتا کہ اس نے مجھ سے جھوٹ بولا، میرے ساتھ غلط بیانی کی۔ ماں کے سامنے بچہ جھوٹ بول دے تو ماں کو برا لگتا ہے لیکن ماں جب بچے سے کہتی ہے کہ بیٹا آپ فلاں کو بتادو کہ میں گھر پہ نہیں ہوں۔ آپ ٹیلی فون پر بتادو، آپ باہر آنے والے کو بتادو کہ میں گھر پر نہیں ہوں، اس وقت اسے ذرا برا محسوس نہیں ہوتا۔ ماں ill feel نہیں کرتی حالانکہ وہ خود ہی بچے کو جھوٹ سکھانی والی ہوتی ہے یا باپ خود ہی بچے کو جھوٹ سکھانے والا ہوتا ہے۔

ننھے بچے تو معصوم ہوتے ہیں۔ یہ اخلاقی حالت ہو، حقوق و فرائض کی ادائیگی کی یہ صورتِ حال ہو، جہاں رشتے بگڑ جائیں، جہاں انسانوں کے پاس سکون کا واحد گوشہ گھر، وہی گھر انسان کو آگ کی طرح محسوس ہوتا ہو، اس کے جذبات میں اس کی زندگی میں آگ لگانے والا بن جائے تو پھر مل کے یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہم اس آگ کو بجھانے کے لیے اور اس گھر کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے کیا کریں؟ اس کو ٹوٹنے سے ایک ہی صورت میں بچایا جاسکتا ہے کہ گھر والوں کو صاحبِ شعور بنادیں۔ انہیں ربّ کا شعور دے دیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ہم بائیو، کیمسٹری، فزکس اور میتھس کا تو بچے کو شعور دینا چاہیں اور اپنی ماں کا شعور نہ دینا چاہیں، باپ کا شعور نہ دینا چاہیں۔ کتنی پیاری بات ہے جو کسی شاعر نے کہی:

ہم ایسی کل کتابوں کو قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کر بچے اپنے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

آج کا بچہ پڑھ جاتا ہے تو اسے ماں باپ گمراہ نظر آتے ہیں، بے شعور نظر آتے ہیں۔

وہ اپنے ماں باپ کا تعارف [introduction] تک نہیں کروانا چاہتا۔ وہ بھاگتا ہے والدین سے۔ کل کے لوگوں نے یہ محسوس کیا تھا کہ یہ نظامِ تعلیم بچوں کو خبطی بنادے گا، نادان بنادے گا۔ ہاں یہ خبط دور ہوسکتا ہے۔ ایک کتاب ایسی ہے جو خبط کو دور کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور ایک تعلیم ایسی ہے جو اس خبط کو دور کرتی ہے، وہ محمد ﷺ کی تعلیم ہے۔ اسی کی آج ہمیں بھی ضرورت ہے، پوری انسانیت کو بھی ضرورت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب انسانوں سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ اس پر گہرا غور وخوض کریں۔ کچھ لوگ محض ناظرہ پڑھنے میں اٹک جاتے ہیں، کچھ لوگ ترجمے میں اٹک جاتے ہیں، کچھ لوگ صرف ظاہری تفسیر میں ہی اٹک جاتے ہیں۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو آ کر یہ بات ضرور کہتے ہیں کہ پتہ نہیں کیا بات ہے! قرآن پڑھتے بھی ہیں لیکن عمل نہیں ہوتا حالانکہ قرآن تو عمل کی کتاب ہے۔ بات یہ ہے کہ جو سر جوڑ کر نہیں سوچتے کہ کیسے عمل کریں، انہیں عمل کرنے کے راستے نہیں ملتے اور جو سر جوڑ کر غور وفکر کرتے ہیں، انہیں ہر روز ہی راستے ملتے ہیں اور اتنے راستے ملتے ہیں کہ ان پر تھوڑا تھوڑا چلنا یعنی سفر کا آغاز کرنا انسان کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ اصل میں یہ کتاب زندگی بدلنے کے لیے سیکھنی ہے، زندگی بدلنے کے لیے پڑھنی ہے۔ یہ کتاب ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَالْقُرْآنُ حَجَّةٌ لَّکَ اَوْ عَلَیْکَ (صحیح مسلم:534)

''قرآن یا تو تمہارے حق میں حجت بنے گا یا تمہارے خلاف۔''

قیامت کے روز یا یہ کتاب سفارش کرے گی یا ہمارے خلاف گواہی دے گی۔ جو کتاب کا حق ادا کریں گے ان کے حق میں یہ کتاب سفارش کرے گی اور جو کتاب سے بے توجہی برتیں گے ان کو بھی جان لینا چاہیے کہ ربّ العزت نے فرمایا:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا (الفرقان:30)

''رسول یہ کہے گا: اے میرے ربّ! یہ میری وہ قوم ہے جنھوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔''

جنھوں نے قرآن کو اپنے لیے ضروری خیال نہیں کیا تھا۔ دنیا بھی برباد کی، دنیا میں بھی غم مول لیے اور آخرت کے گھر کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اِس گھر کی بھی پرواہ کرنی ہے، یہ گھرانہ ہمارے لیے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اُس گھر کی بھی پرواہ کرنی ہے جو اِس گھر کے افراد کی دیکھ بھال [care] کرنے کی وجہ سے ملے گا اور اس بڑے کنبے، اللہ تعالیٰ کے کنبے، اللہ تعالیٰ کے خاندان، پوری انسانیت کی دیکھ بھال [care] کرنے کی وجہ سے ہمیں نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی ذات کا، اپنے مقصدِ زندگی کا اور آخرت کی جوابدہی کا سچا شعور نصیب فرمائے (آمین)۔

گھر دو افراد کے تعلق کی وجہ سے قائم ہوتا ہے۔ آپ اگر یہ دیکھنا چاہیں کہ اس گھرانے کی ابتدا کے لیے محسنِ انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ کی کیا تعلیمات ہیں؟ اس پر غور وفکر کریں گے تو آپ کو حیرت ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ انسانیت کے کتنے نبض شناس تھے اور اللہ تعالیٰ کو کیسا پہچاننے والے تھے! دیکھیں ہمارے ہاں بھی شادی بیاہ ہوتے ہیں اور دنیا میں بھی یہ سلسلہ کسی نہ کسی form میں جاری وساری رہتا ہے۔ جہاں کہیں بھی لوگ مل بیٹھتے ہیں تو ان کے اندر وہ شعور نہیں ہوتا جو محسنِ انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ نے دینے کی کوشش کی۔ گھرانے سنورتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے خوف، اس کے ڈر کی وجہ سے سنورتے ہیں اور آپ یہ دیکھیں کہ اس ڈر کو کہاں کہاں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

میں پچھلے دنوں ایک کتاب پڑھ رہی تھی جس میں لکھا تھا کہ نکاح کے موقع پر جب نکاح خواں خطبہ دیں تو اس موقعے پر اللہ تعالیٰ سے ضرور ڈرائیں۔ میں نے آگے پیچھے کتاب سے بہت جائزہ لینے کی کوشش کی کہ کہیں اور بھی ڈرانے کا تذکرہ ہے یا نہیں؟ پتہ چلا

کہ صرف نکاح کے موقع پر۔ مجھے پچھلے دنوں ایک شادی attend کرنے کا موقع ملا۔ فیملی نے نکاح کے موقع پر ایک بڑی اچھی speech کو manage کیا تھا اور خواتین کے لیے بھی سپیکر کا انتظام تھا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ سپیکر کے ساتھ بیٹھ کر سن لوں کہ کیا کہا جا رہا ہے؟ یقین کریں کہ مجھے سپیکر کے ساتھ بیٹھ کر بھی کچھ سنائی نہیں دیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ گھر کے سربراہ نے تو کوشش کی لیکن اردگرد والوں نے پیچھے سے ساؤنڈ سسٹم ہی ایسا کروا دیا کہ سپیکر پہ آواز ہی نہ آئے، یعنی اگر کوئی بولے تو جہاں باپ بیٹھا ہے وہاں تک تو ٹھیک ہے آواز پہنچ جائے، باقی لوگوں تک آواز ہی نہ پہنچے۔

میں نہیں سمجھتی کہ یہ محض نکاح کے موقعے پر ہی دلایا جانے والا احساس ہے کہ اس ایک موقع سے واقعی انسان اتنا تقویٰ یا اللہ تعالیٰ کا اتنا ڈر سیکھ جاتا ہے۔ یہ تو یاددہانی [reminder] ہے اور فقط reminder پر ہی اکتفا نہیں کیا جا سکتا، اس سے پہلے بھی کرنے کے بہت سارے کام ہیں جن کو انجام دینا بہت زیادہ ضروری ہے لیکن بہرحال میں اس وقت یہ reminder آپ کے سامنے رکھ رہی ہوں جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے تاحیات کوششیں کیں یعنی اس سے پہلے کی کوششیں بھی ہمیشہ جاری وساری رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نکاح کے بعد انسان کو جس صفت کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ تقویٰ ہے، اللہ تعالیٰ کا ڈر، اس کا خوف اور جو چیز سب سے زیادہ انسانوں کے دلوں سے اٹھتی ہے، وہ تقویٰ ہی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات رکھتے ہوئے انسان اللہ تعالیٰ ہی سے تو نہیں ڈرتے، اللہ تعالیٰ کا ڈر اٹھ جاتا ہے۔ یہاں اس موقع پر دیکھیے گا: اللہ کے رسول ﷺ کے خطبے کے تین آیات کو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گی۔ نبی ﷺ ہمیشہ یہ خطبہ دیا کرتے تھے لیکن نکاح کے موقع پر بھی:

اِنَّ الْحَمْدَ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ

اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.

''بلاشبہ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے بخشش چاہتے ہیں اور اس کی پناہ چاہتے ہیں اپنے نفس کی برائیوں اور برے کاموں سے۔جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا عبادت کے لائق ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

پھر آپ ﷺ یہ آیت پڑھا کرتے تھے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

(آل عمران:102)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہو۔''

اس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے تقویٰ، اس کے خوف کو انسانوں کے سامنے رکھا تا کہ رشتۂ ازدواج کے جڑتے ہوئے انسان اس خوف کو محسوس کر سکیں۔خطبے کی دوسری آیت یہ ہوتی تھی:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ

تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (النساء:1)

''اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور اُن دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری کے تعلقات (بگاڑنے) سے ڈرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔''

تیسری آیت بھی اسی تقویٰ کے حوالے سے ہے۔ نبی ﷺ اس آیت کو کس حوالے سے add کرتے تھے؟ بہت ہی خاص معاملہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ط يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (الاحزاب:70,71)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اسے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔''

دیکھئے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا ڈر ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے معاملات کو سیدھا رکھ سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے جس کی وجہ سے ایک انسان سیدھی، سچی اور کھری بات کر سکتا ہے لیکن اگر ہم اپنے خاندانوں کا جائزہ لیں تو ایک دوسرے کے بارے میں normally کیا گلے شکوے نظر آتے ہیں؟ مثال کے طور پر دیکھئے کہ ایک دوسرے سے جو شکایتیں سننے میں آتی ہیں مثلاً بیوی کہتی ہے کہ وہ میری بے عزتی کرتا ہے۔ شوہر کہتا ہے کہ نہیں! دراصل وہ میری بے عزتی پہلے کرتی ہے، میں اس کے ساتھ بعد میں یہ معاملہ کرتا ہوں۔ اسی طرح کبھی یہ بات سامنے آتی ہے، شوہر کہتا ہے کہ یہ میرا مذاق اڑاتی ہے، میرے

لباس پر تنقید کرتی ہے، میری جسامت پر تنقید کرتی ہے اور بیوی کہتی ہے کہ یہ میرے گھر والوں کا مذاق اڑاتا ہے۔ آپ دیکھئے معاملات کیسے ہیں! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا

''سیدھی، کھری، سچی بات کہو۔''

ایک دوسرے کے بارے میں یہ کیسی باتیں ہیں جو کہی جاتی ہیں؟ مثال کے طور پر عورت کہتی ہے کہ یہ اپنے کپڑے، جوتے، socks وغیرہ پھیلا کر چلا جاتا ہے اور واپس آتا ہے تب بھی اسے کوئی احساس نہیں ہوتا۔ شوہر کہتا ہے کہ میں ہمیشہ جلدی میں ہوتا ہوں، آخر اس نے گھر رہ کر کیا کرنا ہے؟ یہ بھی تو کوئی کام کرے گی۔

اسی طرح شوہر کبھی شکوہ کرتا ہے کہ اسے معلوم ہے کہ مجھے کھانے میں فلاں فلاں چیز پسند نہیں لیکن یہ ہمیشہ ایسی ہی چیزیں بناتی ہے، جان بوجھ کر بناتی ہے جو مجھے پسند نہیں آتیں۔ بیوی کہتی ہے کہ آخر صرف اسی کی پسند تک تو محدود نہیں رہا جا سکتا، آخر یہ کوئی مجھے خرید کر تو نہیں لایا۔ اس گھر میں اور لوگوں کی بھی خواہش کا احترام کیا جانا چاہیے۔

کبھی شوہر کہتا ہے کہ مجھے پڑھنا پسند ہے، پڑھانا پسند ہے اور میری بیوی اس بات کو like نہیں کرتی اور کبھی بیوی کہتی ہے کہ مجھے پڑھنا پڑھانا اچھا لگتا ہے اور میرا شوہر مجھے پڑھنے پڑھانے نہیں دیتا۔

کبھی بیوی کہتی ہے کہ اس کے اونچا بولنے کی وجہ سے سارے servants اور بچے بھی بدتمیزی سیکھ رہے ہیں۔ ساری زندگی میں نے اس کا ظلم برداشت کیا، یہ ہمیشہ میرے ساتھ ایسی گفتگو کرتا رہا لیکن اب جب میں اس age کو پہنچ گئی تو یہ نوبت آ گئی کہ نہ بچے میری عزت کرتے ہیں، نہ servants، گھر کا سارا ماحول ہی اس نے خراب کر کے رکھ دیا۔

اسی طرح بعض اوقات بیویاں یہ کہتی ہیں (ویسے تو کم گھرانے ایسے ہوں گے لیکن

بہرحال ایسے گلے شکوے بھی آتے ہیں) کہ ہمیں تو ہمارے شوہر پردہ کرنے کو کہتے ہیں اور یہ خود خواتین کو دیکھتے رہتے ہیں۔ بعض خواتین یہ بھی کہتی ہیں کہ ہمارے شوہر نہیں چاہتے کہ ہم پردہ کریں جبکہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم پردہ کریں۔

یہ سروے رپورٹ ہے جو میں آپ کے سامنے رکھ رہی ہوں۔ کچھ بیویاں کہتی ہیں کہ یہ جاہلوں کی طرح سامنے کے بٹن کھلے رکھتا ہے اور مجھے ذرا اچھا نہیں لگتا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا لہجہ [accent] ٹھیک نہیں ہوتا۔ خواتین کہتی ہیں کہ یہ ایسے بولتا ہے، منہ پھاڑ کے پنجابی لہجے میں انگریزی بولتا ہے، ہم تو اس کے ساتھ جہاں کہیں جائیں شرم کے مارے ہماری حالت خراب ہو جاتی ہے۔ کبھی شوہر کہتا ہے کہ تمہارے ماں باپ نے تمہیں پڑھایا لکھایا ضرور لیکن اچھے سکولز کالجز میں نہیں پڑھایا کہ تم اب گونگی بن کر ہمارے ساتھ بیٹھ جاتی ہو، جہاں جاتی ہو تمہیں چار لفظ بولنے تک نہیں آتے۔

اسی طرح سے اگر شکوؤں کی لائن دیکھنا چاہیں تو یہ باتیں ختم ہونے میں نہیں آتیں۔ اتنے زیادہ شکوے شوہر بیوی کو ایک دوسرے سے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر خاص شکوہ یہ بھی ہے، مرد بھی یہی کہتے ہیں اور خواتین بھی۔ بیوی کہتی ہیں کہ یہ میری بات غور سے نہیں سنتا اور شوہر کہتا ہے کہ یہ میری بات کی طرف توجہ نہیں دیتی، اسے میری کوئی پرواہ ہی نہیں ہے، میں بولتا رہوں یہ سمجھتی ہے کہ میں دیواروں سے بول رہا ہوں۔

یہ سب گلے شکوے، یہ باتیں کیسے پیدا ہوتی ہیں؟ اگر اس کی تہہ میں جا کر دیکھیں تو آپ کو محسوس ہوتا ہے ناں کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہے۔ اگر دلوں کے اندر ربّ کی جوابدہی کا احساس ہو، ایک آنکھ کے دیکھنے کا احساس ہو جو ہمارے اعمال کو دیکھتی ہے تو پھر ایسے معاملات نہ ہوں۔ ایسے لگتا ہے کہ زندگی کا یہ معاملہ میرا ہی معاملہ ہے۔ میری زندگی ہے، میں جو چاہوں کرلوں۔ شوہر بھی کہتا ہے ''میری زندگی''، بیوی بھی یہی کہتی ہے کہ ''میری زندگی''

جبکہ اللہ کہتا ہے کہ ''صرف یہی زندگی؟'' آگے بھی تو زندگی ہے۔اس زندگی کی کیوں نہیں فکر کرتے جبکہ وہ زندگی کبھی ختم نہیں ہوگی۔دیکھئے یہ تلخیاں ہی تو ہیں جو دلوں کے اندر اتنی زیادہ بڑھ چکیں۔عام لوگ کہتے ہیں کہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن شوہر بیوی سے پوچھیں جو آپس میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہے۔کتنا زیادہ مشکل ہے ان کے لیے اب اکٹھے رہنا، ایک چھت تلے رہنا۔

بات یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے کی زحمت بھی تو گوارا نہیں کرتے۔اگر آپ psychologically دیکھیں تو کوئی رشتہ مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ رشتہ جوڑنے والے افراد ایک دوسرے کی عزت نہ کریں۔عزت بنیادی ضرورت [basic need] ہے اور آپ دیکھئے کہ یہاں شوہر اور بیوی دونوں ہی ایک دوسرے کی عزت کے قاتل کے طور پر اُبھرتے ہیں اور آغاز جانتے ہیں کہاں سے ہوتا ہے؟ شادی بیاہ کی رسومات سے۔شادی بیاہ کی رسومات میں جو گیت گائے جاتے ہیں، وہاں پر عزت کا قتل کرنا سکھایا جاتا ہے۔ایسی mind setting کی جاتی ہے جس کی وجہ سے بچی کے ذہن میں نہ شوہر کا وہ image رہ جاتا ہے، نہ ساس کا، نہ شوہر کے باقی گھر والوں کا اور اسی وجہ سے جب وہ وہاں جاتی ہے تو اپنے شوہر کے ساتھ مقابلہ کرتی ہے۔وہ کہتی ہے کہ ٹھیک ہے تم پڑھے لکھے ہو تو میں بھی پڑھی لکھی ہوں۔تم اگر کما سکتے ہو تو میں بھی کماتی ہوں۔تمہارے اور میرے درمیان فرق ہی کیا ہے؟

اگر دیکھا جائے تو فرق تو ہے۔ذمہ داریوں کا فرق ہے، مقام کا فرق ہے۔سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اصول کی ہمیں بہت زیادہ ضرورت ہے۔کبھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ دو equal power رکھنے والے equally اقتدار کو سنبھال سکیں۔آپ اپنے ملک میں دیکھتے ہیں کہ ایک سربراہ ہوتا ہے، ڈیپارٹمنٹ میں دیکھ سکتے ہیں کہ ایک سربراہ ہوتا ہے، پھر گھر کے ایک سربراہ کے لیے کیوں اتنا زیادہ دل تڑپتا ہے؟ آخر final authority کسی ایک

کے پاس تو ہوگی۔ اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ final authority میں کوئی مشاورت نہیں ہوگی یا یہ کہ کسی کو کُلی اختیارات دے دیئے گئے۔ یہ کلی اختیارات نہیں ہیں۔ گھر کا سسٹم تو مشاورت سے ہی چلنا ہے لیکن final decision کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ طے کیا گیا ہے کہ مرد کو یہ اختیار ہے کیونکہ مرد نے حفاظت کرنی ہے، اس نے اجازت دینی ہے اور اس نے financial responsibility نبھانی ہے۔

خواتین یہ کہتی ہیں کہ financial responsibility تو ہم پوری کرتی ہیں۔ ہاں! پوری کرتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا، اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری عائد نہیں کی۔ اپنی مرضی سے کرتی ہیں، نہ کریں۔ خواتین یہ کہتی ہیں کہ نہ کریں تو ہمارے بچے کہاں سے کھائیں؟ ہمارے بچوں کی education کہاں سے پوری ہو؟ مجھ سے ایک خاتون نے کہا کہ 30 ہزار تو میرے بچوں کی فیس ہے۔ اگر میں جاب کرنی چھوڑ دوں تو میرے بچوں کی ایجوکیشن کا کیا ہوگا؟ میرے بچے تو پڑھنے لکھنے کے قابل نہیں ہوں گے؟ میں نے تو اپنے شوہر سے یہ کہا تھا کہ چلو ٹھیک ہے کہ میں بچوں کی فیس pay کر دیتی ہوں مگر میری تنخواہ تمہاری تنخواہ کے double سے بھی زیادہ ہے تو مجھے بھی تو اپنی تنخواہ پر کوئی حق حاصل ہے۔ مرد کہتے ہیں تم نے آخر کر کیا لیا؟ تم اپنی جیسی خواتین کو تو دیکھو، میری بھابھیاں اتنا اچھا گھروں کو چلاتی ہیں اور تم گھر کو ذرا توجہ نہیں دیتی اور خاتون یہ کہتی ہے کہ میں گھر کو کیا توجہ دوں؟ سولہ گھنٹے تو میں جاب کرتی ہوں۔ سولہ گھنٹوں کے بعد جب میں گھر آتی ہوں اس کے بعد میری اتنی ہمت نہیں ہوتی۔ مجھ سے جتنا ہوسکتا ہے اتنا تو میں کرتی ہوں لیکن میرے شوہر یہ چاہتے ہیں کہ باہر بھی مشین اور اندر بھی مشین، میں کیا کروں؟

بات یہ ہے کہ یہ ذمہ داریاں [responsibilities] جب عورت کے کندھوں پر نہیں ڈالی گئیں، جب عورت یہ لے گی تو مشین تو بنے گی ہی۔ گھر کی responsibility تو اس

سے نہیں چھوٹ سکتی کیونکہ گھر کو، بچوں اور شوہر کو تو اس نے ٹائم دینا ہے اور واقعتاً عورت اس دوہرے بوجھ سے بہت زیادہ تکلیف میں ہے۔ عورت کو اس دوراہے پہ کھڑا کر کے اگر یہ سوچا جائے کہ گھر آباد ہو جائیں گے، گھروں کے اندر خوشیوں کی لہر آجائے گی تو سچی بات یہ ہے کہ مال خوشیاں نہیں دے سکتا۔ خوشیاں محبتیں دیتی ہیں اور یہ محبت بانٹی جاتی ہے اور بانٹنے والی عورت اگر گھر سے باہر چلی جائے تو naturally محبتوں کی جگہ پہ پھر کچھ اور جذبے جگہ لے لیتے ہیں۔ جو عورت کماتی ہے اس کے لیے اپنے شوہر کی عزت کرنا بہت زیادہ مشکل بھی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اپنا اور اپنے شوہر کا بہت مقابلہ کرتی ہے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ خواتین over confident ہو جاتی ہیں واللہ اعلم، ساری خواتین تو ایک جیسی نہیں ہوتیں لیکن بہر حال۔

گھر ٹوٹنے کے کچھ معاشرتی اسباب ہیں، ان کو بھی ہم دیکھیں گے۔ جیسے ہمارے یہاں ایک بہت بڑا سبب جوائنٹ فیملی سسٹم ہے اور ہمارے یہاں ایک concept ہے کہ عورت مرد کی غلام ہے، مرد کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ اس کی انسانی حیثیت کا انکار کیا جاتا ہے اور پھر یہ کہ بظاہر عورت کی آزادی اور خود مختار زندگی کا دھوکہ دیا جاتا ہے اور جھانسے میں رکھ کے اسے فریب دیا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ آج کل جو صورتِ حال ہے اس کا جائزہ ضرور لینا چاہیے کہ ہمارے یہاں کس قسم کا معاشرہ تیار کیا جا رہا ہے؟ ایک ہماری معاشرت ہے اور ایک مغربی معاشرت ہے۔ ہم نے اپنی معاشرت چھوڑی اور مغرب کی نقالی کی ہے۔ حال کیا ہوا؟

کوا چلا ہنس کی چال ، اپنی بھی بھول گیا

اپنی معاشرت رہی نہیں اور غیروں کی معاشرت راس آئی نہیں۔ گذشتہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر گیا، ہمارے تعلیمی ادارے جو تعلیم دے رہے ہیں، اس کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے؟ ہمارے افراد شکل وصورت تو ہماری جیسی رکھتے ہیں، جسامت بھی ان کی ہماری طرح

کی ہے، رنگت بھی، لیکن ذہن ہمارے نہیں ہیں۔ ذہن وہ کچھ سوچتے ہیں جو آج مغرب سکھانا چاہتا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ بچے اور ماں باپ ایک ہی گھر کے اندر رہتے ہوئے، ایک ہی چھت تلے رہتے ہوئے متضاد نظریات رکھتے ہیں۔ یہ تضاد گھروں کو توڑنے کا سبب بن رہا ہے۔ اس تضاد کی وجہ سے گھر برے طریقے سے ٹوٹ رہے ہیں۔

ہمیں دیکھنے کی ضرورت ہے کہ ہماری معاشرت اور مغربی معاشرت میں بنیادی فرق کیا ہے؟ مغربی طرزِ معاشرت کو دیکھیں تو اس کی جڑیں ہمیں اٹھارویں صدی کے آخر میں یورپ میں جب صنعتی انقلاب برپا ہوا وہاں ملتی ہیں۔ جب صنعتی انقلاب آیا تو تیزی سے فیکٹریاں اور کارخانے بننے شروع ہوئے۔ جب مردوں کی تعداد کم پڑ گئی تو سرمایہ داروں نے عورت کے ہاتھوں کو مستعار لینا چاہا۔ اس کے لیے مساواتِ مرد و زن اور آزادیٔ نسواں کا نعرہ لگایا گیا کہ عورت بھی مرد کے دوش بدوش کام کرے گی لیکن حقوق وہ نہیں دیئے گئے جو مردوں کو دیئے جاتے تھے۔ نہ salaries برابر تھیں اور نہ ہی جو facilities مردوں کو دی جاتی تھیں وہ خواتین کو دی گئیں۔

اس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط ہوا اور مردوں کے دوش بدوش چلنے والی عورت کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے حسن کی نمائش کرے۔ ''اگر جاب کرنی ہے تو اپنے چہرے کو فریش رکھنا ہوگا۔'' یہ الفاظ ہر انٹرویو دینے والی لڑکی کو face کرنے پڑتے ہیں۔ ''لباس ہماری پسند کا پہننا ہوگا۔'' آپ لباس اپنی choice کا نہیں پہن سکتے۔ ایک بچی نے مجھے بتایا کہ میں انٹرویو دینے کے لیے گئی تو میں نے چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ مجھ سے انٹرویو لینے والوں نے کہا کہ کیا آپ اسی لباس میں جاب کرنا چاہیں گی تو میں نے کہا کہ اس سے باقیوں کو کیا فرق پڑتا ہے؟ آپ میرا کام دیکھیں کہ میں کام کیسا کرتی ہوں؟ میری ڈگریز کو دیکھیں، آپ میری چادر کو کیوں دیکھتے ہیں؟ سچی بات یہ ہے کہ جاب دینے

والے اسی چادر کی طرف دیکھتے ہیں، اسی عزت کی چادر کو اُتروا دینا چاہتے ہیں۔ یہ چادر جب اترتی ہے تو یہ اثرات صرف باہر تک نہیں رہ جاتے، گھر کے ماحول کو بھی یہ اثرات برے طریقے سے affect کرتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں اس کی وجہ سے کیا ہوا؟ زنا کاری، فحاشی اور بے حیائی کا کلچر رواج پایا۔

ایک رپورٹ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ امریکہ اور یورپ کے سترہ ممالک میں بن بیاہی ماؤں کی شرح فیصد شائع کی گئی مثلاً سویڈن میں ratio 50٪ ہے یعنی پچاس فیصد عورتیں اور لڑکیاں ایسی ہیں جن کے نکاح نہیں ہوئے لیکن وہ ماں بن چکی ہیں۔ ڈنمارک میں 47%، ناروے میں 46%، فرانس میں 35%، برطانیہ میں 32%، فن لینڈ میں 31%، امریکہ میں 30% بچیاں ایسی ہیں جو بن بیاہی ماں جاتی ہیں۔ آسٹریا میں 27%، پرتگال میں 17%، جرمنی میں 15%، نیدرلینڈ میں 13%، لائسن برگ میں 13٪، بلجیم میں 13%، سپین میں 11%، اٹلی میں 7%، سوئزرلینڈ میں 6%، یونان میں 3% اور آئرلینڈ میں 20%۔ یہ ratio ہے ایسی بچیوں کی جو ایک گھر کا خواب دیکھتی ہیں لیکن کسی لٹیرے کے ہاتھوں لُٹ جاتی ہیں اور ماں کا درجہ وہ ایسے حاصل کرتی ہیں کہ خود بھی گناہ گار ہوتی ہیں اور آئندہ آنے والی نسل کے لیے بھی کوئی رشتہ باقی نہیں رہنے دیتیں کیونکہ ایسے بچے normally ہسپتالوں میں جاتے ہیں، یا کسی اور کی جھولی میں ڈال دیئے جاتے ہیں، یا ضائع کر دیئے جاتے ہیں، پیدا ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیئے جاتے ہیں، یا ان کے گلے گھونٹ دیئے جاتے ہیں۔

ان بچوں سے رشتے کس نے چھین لیے؟ جو بچہ ہاسپٹل میں جاتا ہے اس کے تو باپ کا نام بھی نہیں لکھا ہوتا، ماں کا نام بھی نہیں لکھا ہوتا، اس کے باقی رشتوں کا کیا نام لکھا جائے؟ میرے ساتھ یونیورسٹی میں ایک لڑکی پڑھتی تھی۔ اس کی آنکھیں ہمیشہ سرخ رہتی تھیں اور اس کی حرکتوں میں ہمیشہ اضطراب رہتا تھا۔ ایک بار وہ رات بھر روتی رہی۔ ہم نے اس سے

بہت پوچھا کہ آپ اپنا غم ہمارے ساتھ share کرلو تو اس نے بتایا کہ نہ میری کوئی ماں ہے نہ کوئی باپ، میں اپنے ماں باپ کے گناہوں کا نتیجہ ہوں۔ میرا کوئی رشتہ نہیں۔ میں ترستی ہوں کہ دنیا میں کسی کے پاس چلی جاؤں۔ میں ایسے ہی یتیم خانوں میں پلی بڑھی ہوں۔ آج میں یونیورسٹی میں پہنچ گئی لیکن اس دھرتی پر میرا کوئی نہیں ہے۔

بات تو جاب کی تھی، بات تو خاتونِ خانہ کے گھر سے نکلنے کی تھی لیکن یہ رزلٹ کہاں سے آ گیا؟ کوئی نہیں چاہتا کہ وہ اس انجام کو پہنچے۔ کوئی جاب کرنے والا، کوئی باہر نکلنے والا یہ نہیں چاہتا (معذرت کے ساتھ)۔ میں یہ نہیں کہتی کہ ہر جاب بری ہوتی ہے لیکن بہر حال مردوں کے ساتھ کی جانے والی jobs کے یہ نتائج ضرور سامنے آ رہے ہیں۔ میں نے تو ریسرچ رپورٹ آپ کے سامنے رکھی ہے۔ آپ یہ دیکھئے کہ مال کے لیے نکلنے والی بچی، اچھے حالات کے لیے نکلنے والی بچی کیسے لُٹ جاتی ہے! پھر اس کے غم کو محسوس کرنے والا، اس کو برداشت کرنے والا کوئی نہیں رہتا۔

میں نے M.ed کی ایک student کو ایک ریسرچ کروائی کہ جاب کرنے والی کتنے فیصد خواتین ایسی ہیں جن کے گھر والے نہیں چاہتے کہ ان کی شادیاں ہوں؟ اور کتنے فیصد خواتین ہیں جو خود نہیں چاہتیں کہ ان کی شادیاں ہوں؟ اور کتنے فیصد خواتین کے حالات خراب ہیں؟ رزلٹ یہ تھا کہ 95٪ خواتین ایسی ہیں جن کے والدین نہیں چاہتے کہ ان کی شادیاں ہوں۔ اسی وجہ سے 40 سال کی عمر کو پہنچ کر خواتین بہت بے تاب ہو جاتی ہیں کیونکہ انہیں اپنے والدین کی چال پتہ چل جاتی ہے کہ اب سونے کی چڑیا کو آزاد کیسے کر دیں! یہ کما کر لاتی ہے، اس کو آزاد تو نہیں کیا جا سکتا۔ جب چال سمجھ آتی ہے تو عمر گزر چکی ہوتی ہے۔

کتنی ہی بچیاں اور خواتین ہیں جو یہ کہتی ہیں کہ ہمارے ماں باپ نے ہمارے رشتے دیکھنے چاہے لیکن ابتداء میں انہوں نے چاہا کہ ہم چونکہ پڑھی لکھی ہیں اور ہمارے خاندان

میں کوئی پڑھے لکھے لڑکے نہیں تھے،ایسے افراد نہیں تھے جو ہمارے برابر کے ہوتے،لہٰذا ہمارے والدین نے خاندان والوں کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا اور باہر ہوا نہیں۔انہوں نے چاہا کہ ہماری بچی پڑھی لکھی ہے،جاب بھی کرتی ہے،خوبصورت بھی ہے تو اس کے لیے اس سے زیادہ اونچے standard کا رشتہ ہونا چاہئے۔معیار کی اونچائی کتنا بڑا دھوکہ ہے! اتنا اونچا معیار رکھ لیا کہ پھر بچیاں کنواری ہی بیٹھی رہ گئیں۔جہاں کہیں خواتین کنواری بیٹھتی ہیں وہ معاشرہ پاک نہیں رہ سکتا۔

نہ نظر پاک رہتی ہے۔

نہ دل پاک رہتے ہیں۔

نہ گھرانے پاک رہتے ہیں۔

اور پھر نہ معاشرہ پاک رہتا ہے۔

یہ انسانوں [human beings] کی فطرت [nature] ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسی فطرت پہ بنایا کہ جوڑا جوڑا رہیں۔جب لوگوں کو جوڑے نہیں ملتے تو یا تو نفسیاتی بیماریاں سامنے آتی ہیں یا پھر یہ کہ اگر خواتین اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکیں تو چھپی دوستیاں سامنے آتی ہیں اور اب یہ تناسب [ratio] 40 سے 50 کے درمیان بہت بڑھ گیا ہے اور اس کی بنیادی وجہ شادی کا نہ ہونا ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی لوگ اس سے بری الذمہ ہیں۔ جن لوگوں کو مردوں سے اختلاط کا بہت موقع ملتا ہے وہاں بھی یہ صورتِ حال سامنے آرہی ہے اور اسی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے،خاندانی نظام برباد ہو رہا ہے۔خاندان کے اوپر رحمتیں ہوتی تھیں جب خاندان کے افراد نے آپس میں محبتوں کو بانٹنا تھا،اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی تھیں۔جب یہ ذمہ داریاں پوری نہیں ہوئیں تو اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا۔

ہم دیکھ رہے تھے کہ کل جب مغربی معاشرے کے اندر ایک تبدیلی آنی شروع ہوئی تو اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ اس وقت میں امریکہ میں تحریکِ نسواں کی علمبردار سیلا کروئن کے الفاظ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ کہتی ہیں:

''عورت کے لیے شادی کے معنی غلامی کے ہیں۔ اس لیے تحریک نسواں کو شادی کی روایت پر حملہ کرنا چاہیے۔ شادی کی روایت ختم کیے بغیر عورت کو آزادی نصیب نہیں ہو سکتی۔''

کیا ایسا نہیں لگتا کہ فطرت مسخ ہو گئی، بگڑ گئی کہ شادی کی روایت ہی ختم کر دیں۔ عورت نے کس سے آزادی حاصل کرنی ہے؟ اپنے شوہر سے، ہونے والے شوہر سے یا بچوں سے یا اپنے پیارے گھرانے سے جو شادی کی صورت میں وجود میں آتا ہے۔ کتنا بڑا فریب ہے جس میں یہ خواتین ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لینا چاہتی ہیں۔ تحریکِ نسواں کی علمبردار عورتوں کا کہنا ہے کہ عورت کا مرد کو چاہنا، اس کی ضرورت کو محسوس کرنا اس کے لیے باعثِ تحقیر ہے یعنی عورت کے لیے حقارت کا باعث ہے اور عورتوں کا گھر بار اور بچوں کی دیکھ بھال کرنا ان کو کم تر بنا دیتا ہے۔ انسان کی فطرت کتنی خراب ہو گئی! اگر عورت گھر کی، بچوں کی دیکھ بھال نہیں کرے گی تو نسلِ انسانی کا باغ کہاں پھلے پھولے گا؟ ظاہر ہے ذمہ داریاں ادا کرنی ہیں۔

عورت اصل میں اس نتیجے تک ایسے پہنچی ہے کہ وہ یہ کہتی ہے کہ گھر کی ذمہ داریاں بھی میں نبھاؤں اور باہر کی بھی۔ جب عورت ہی باہر نکل گئی تو اب اسے گھر ویسا محسوس نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے یورپ کے statistics کو ہم دیکھتے ہیں تو یورپ ہمیں بانجھ ہوتا ہوا محسوس ہو رہا ہے، birth rate مدّتوں سے nagative چل رہا ہے۔ وہاں کی عورت بچے پیدا نہیں کرنا چاہتی۔ بوڑھوں کی فوج ظفر موج ہے۔ اس سے کم عمر young افراد کچھ کم ہیں لیکن

بہر حال ان کی بھی کافی تعداد ہے لیکن بچے تو بہت ہی کم نظر آتے ہیں۔اسی وجہ سے تو ہمیشہ call دی جاتی ہے۔میں ایک نیوز پیپر میں پڑھ رہی تھی کہ انگلینڈ کی وہ پالیسی اس سال ختم ہونے والی ہے جس کے تحت بہت سے ذہین افراد کو وہاں پر بسانا مطلوب ہے۔اسی طرح بہت سے دیگر ممالک کی طرف سے جو لاٹری سکیمز نکلتی ہیں وہ اسی وجہ سے کہ اپنے پاس اب ایسے افراد نہیں رہ گئے جن کو آئندہ آنے والے دور میں ان علاقوں کو سنبھالنا ہے یا اپنے فرائض ادا کرنے ہیں۔لہذا باہر سے لا کر لوگوں کو آباد کیا جاتا ہے تاکہ ذہین افراد آئیں اور ہماری باگ دوڑ سنبھالیں لیکن ان کے درمیان پھر clashes پیدا ہو رہے ہیں۔

خیر یہ تو ایک الگ طویل داستان ہے لیکن کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ جو بے مہار آزادی ہے،اس نے ہمارے انسانی گھرانوں پر کس طرح سے اپنا منحوس سایہ ڈالا!بات یورپ کے گھرانے کی ہو یا آج ہمارے گھرانے کی ہو،ہے تو انسانی گھرانہ۔اُس گھر کو بھی اسی عفریت نے نگل لیا تھا اور آج ہمارے گھروں کو بھی یہی عفریت نگلنے کو ہے۔عورت جب سے معاشی طور پر مستحکم ہوئی ہے،اس نے نکاح کا بوجھ اپنے اوپر سے اتار پھینکنا چاہا ہے۔طلاق کی ریشو میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔مغرب میں عورت کی مساوات کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ وہ مرد کے شانہ بشانہ کام کرتی ہوئی نظر آئے۔بات یہ ہے کہ اس صورتِ حال نے ہمیں کہاں پہنچا دیا؟کہیں تو عورت اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر رہی،کہیں گھرانے بے راہ روی کا شکار ہیں،کہیں ربّ سے دوری ہے،کہیں مقصدِ زندگی کا احساس نہیں،کہیں آخرت کی جوابدہی کا احساس نہیں۔اگر ہم اس بے شعوری کو دیکھنا چاہیں تو میں گزشتہ مہینے کی چند رپورٹس آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔

(روزنامہ جنگ 29 اکتوبر 2007)

"گھریلو حالات اور جھگڑوں سے دلبرداشتہ 2 خواتین سمیت 5 افراد کی خودکشی"

یہ خودکشی کیا پتہ دیتی ہے؟ گھرانے کے ٹوٹنے کا یا جڑنے کا؟ پتہ لگتا ہے ناں کہ کس کیفیت تک پہنچ گئے۔

”18 سالہ لڑکی اور 15 سالہ عامر نے والدین کی ڈانٹ ڈپٹ پر زہر کھالیا۔“

والدین اور اولاد کا رشتہ کیسا نظر آ رہا ہے؟ دراڑیں نظر آتی ہیں؟

”محبت کی شادی کی مگر والدین دشمن بن گئے۔ جان کا خطرہ ہے حکومت تحفظ فراہم کرے۔“

(روزنامہ جنگ 30 اکتوبر 2007)

”عدالت میں سماعت کے دوران لڑکی کا والد پیش ہوا جس نے روتے ہوئے بتایا کہ لڑکی کو اعلیٰ تعلیم دلانے کے شوق میں روزانہ گیارہ میل سائیکل چلا کر بیٹی کو کالج چھوڑ کر آتا رہا ہوں اور آج میری بچی میرے ساتھ جانے کو تیار نہیں۔ اس نے پسند کی شادی کر لی۔“

(روزنامہ نوائے وقت 16 نومبر 2007)

”لڑکی کو اغوا کر کے زبردستی شادی کر لی۔ پھر لڑکی کے والدین سے جہیز کا مطالبہ کیا اور انکار پر ساس اور سالی کو تشدد کر کے زخمی کر دیا۔“

”رشتہ نہ ملنے پر لڑکی کے باپ کو اغوا کر کے تشدد کا نشانہ بنایا۔“

یہ رشتے کا ایک اور angle ہے۔ وہ رشتہ جو صِھر کی وجہ سے قائم ہوتا ہے یعنی خون کا رشتہ نہیں ہوتا، بچی یا بچے کے سسرال والے ہیں، وہ رشتہ بھی بڑی محبت والا رشتہ تھا، بڑی عزت والا رشتہ تھا لیکن آج وہ بھی کتنی تباہی اور بربادی کا شکار ہو گیا!

(روزنامہ جنگ 23 اکتوبر 2007)

”نوجوان کو منکوحہ کے آشنا نے قتل کر کے لاش دریا میں بہادی۔“

(روزنامہ جنگ 21 اکتوبر 2007)

''رشتے سے انکار پر نوجوان نے تیزاب پی لیا۔''

''نوجوان نے جوئے میں بیوی اور بہن ہار دی۔ باپ پر تشدد۔''

''لڑکی کو شادی کا جھانسہ دے کر کورٹ میرج کے لیے اکسایا۔ وہ اپنے گھر سے 48,000 روپے اور ساڑھے تین تولے طلائی زیورات اٹھا کر اس کے ساتھ نکلی۔ لڑکے نے ایک ہفتہ اسے زیادتی کا نشانہ بنایا۔ سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگوا کر واپس گھر چھوڑا گیا۔''

(روزنامہ جنگ 27 اکتوبر 2007)

''بیوی کی موجودگی میں سالی سے شادی کرنے والے کی عبوری ضمانت خارج۔ گرفتار کر لیا گیا۔''

رشتے میں دراڑ آ گئی۔ کیسا ہے یہ رشتہ! بیوی کی بہن کو اللہ تعالیٰ کیا مقام دیتا ہے؟ اور ہمارے ہاں اتنے فخر سے یہ کہا جاتا ہے کہ سالی آدھے گھر والی۔ دیکھا آدھے گھر والی کا کیا انجام ہے اور سالی بہنوئی کے ساتھ بیٹھنے، گپ شپ لگانے اور ساتھ سیر و تفریح کے لئے جانے، لانگ ڈرائیو پر جانے، کھانا کھانے میں اگر وقت لگے تو کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا کہ سالی بہنوئی کا تو رشتہ ہی ایسا ہے۔ یہ رشتہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کب بنایا تھا؟ یہ رشتہ ویسا نہیں رہ گیا۔ اب تو خون کے رشتے بھی سفید ہو گئے۔ اب تو خون کے رشتوں میں اتنا فرق آ گیا کجا کہ دوسرے رشتے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود و قیود مقرر کی ہیں، ان میں ہمارے لیے کتنی بہتری ہے!

(روزنامہ جنگ 31 اکتوبر 2007)

''دولہا کے دوستوں کی دلہن کی کزن سے چھیڑ خانی۔ برات کو دلہن کے بغیر واپس جانا پڑا۔''

(روزنامہ نوائے وقت 10 نومبر 2007)

''شوہر نے اپنی ناراض بیوی کو گولی ماردی۔''

''سسرالیوں نے داماد کو بہانے سے گھر بلا کر چھینٹی لگادی۔''

بات یہ ہے کہ اسلام نے جس گھرانے کا ہمیں تصور دیا ہے اس میں کچھ ذمہ داریاں شوہر کی ہیں، کچھ بیوی کی اور کچھ اولاد کی۔ یہ ذمہ داریاں سیکھے بغیر نہیں آتیں۔ حقوق کا شعور نہ ہو تو حقوق ادا نہیں کیے جاسکتے۔ عورت کی تمام ضروریات کی ذمہ داری اسلام نے پہلے اس کے باپ پر ڈالی ہے، اس کے بعد شوہر پر تا کہ اسے روزی کمانے کے لیے دربدر کی ٹھوکریں نہ کھانی پڑیں۔ سوائے اس کے کہ بیوی کا کردار خراب ہو اسے مارنے سے منع کیا گیا ہے اور وہ بھی ایسے کہ اسے چوٹ نہ لگے۔ نکاح کے بغیر زبردستی کرنے کو گناہِ کبیرہ قرار دیا اور اس شخص کی سزا موت قرار دی گئی ہے۔ لڑکی کی مرضی کے بغیر اس کی شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جذباتی تحفظ فراہم کرنے کے لیے نکاح کے بغیر دوسری عورتوں سے sex کرنے کو گناہِ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔ چار شادیوں کی اجازت ایک limit قرار دی گئی ہے۔

اس برائی کو روکنے کے لیے جس کی وجہ سے آج بھی یورپ اور امریکہ میں بیوی ہونے کے باوجود دوسری عورتوں سے تعلقات بنائے جاسکتے ہیں، اسلام نے اس کو چار تک limited کیا ہے اور اس میں بھی عورتوں ہی کے لئے بھلائی رکھی ہے۔ ایک عورت اپنے ساتھ دوسری عورت کو برداشت نہیں کرسکتی لیکن اگر دیکھا جائے تو ایک کا نہیں، اسلام نے چار کا انتظام کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ شوہر دوسری عورت پہ آنکھ رکھے اور اس کے ساتھ وقت گزارے، اس کی ذمہ داریاں لے لے۔ نکاح کرنے کے بعد ظاہر ہے کہ اس کی ذمہ داری نبھانی پڑے گی، اس کے بچوں کا نام دینا پڑے گا اور پھر اس کی جائیداد میں اس کا حصہ بھی ہوگا تو ایسا step مرد سوچ سمجھ کے اٹھاتے ہیں بہ نسبت free sex کے جہاں پر ہر ایک

کو چانس میسر ہوتا ہے کہ جہاں جی چاہے تعلق قائم کرلیں اور عورت کو کھلونا بنا کر رکھا جاتا ہے۔ایک عورت اگر اپنے ساتھ دوسری عورت کو برداشت کرتی ہے تو دراصل اسے کھلونا بننے سے بچاتی ہے اور شوہر کو بھی بدکاری سے بچانے کے لیے ایک اہم role play کرتی ہے۔

اسی طرح اسلام نے شوہر کو بیوی سے پیار و محبت سے برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ طلاق کو مشکل بلکہ ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔ماں کے رتبے کو بلند کیا ہے اور عورت کو دیکھ کر آنکھیں نیچی کرنے کا حکم دیا ہے۔

ہم مغربی طرزِ معاشرت اور اسلامی طرزِ معاشرت کا تھوڑا سا جائزہ لیں گے:

☆مغرب میں نکاح کو مردوں کی غلامی سمجھا جاتا ہے اور اسلام میں اسے سنتِ رسول ﷺ سمجھا جاتا ہے۔ہمارے اور مغرب میں بڑا فرق ہے اس لیے گھرانے کے اوپر اس کے واضح اثرات بھی نظر آنے چاہئیں۔

☆دوسری بات یہ کہ خاندان میں مرد اور عورت کی حیثیت مغرب میں برابر ہے جبکہ اسلام مرد کو سربراہِ خاندان بناتا ہے لیکن عورت کو اس سے پورے حقوق دلواتا ہے، پوری عزت دلواتا ہے، محبت دلواتا ہے۔

☆مغرب میں عورت مرد کے دوش بدوش معاشرتی ذمہ داریاں بھی ادا کرتی ہے اور اسلام میں صرف گھر کے اندر رہ کے ذمہ داریاں نبھائے گی۔وہ گھر سے باہر اپنی ضرورت کے لیے جا سکتی ہے لیکن گھر کے باہر کی ذمہ داری اس پر نہیں ڈالی گئی۔

☆مغرب میں معاشی ذمہ داری مرد کی طرح عورت کی بھی ہے۔اسلام میں صرف مرد ذمہ دار ہے۔

☆مغرب میں گھر داری دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے یا یہ کہ گھر داری کے حوالے سے دونوں کے درمیان clashes پیدا ہوتے رہتے ہیں۔اسلام اسے خاتون کی

ذمہ داری قرار دینے کے باوجود بھی مرد کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی ذات کو نمونہ کے طور پر رکھتا ہے کہ مرد کو عورت کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔

☆ شوہر کی اطاعت کے بارے میں مغربی تہذیب یہ کہتی ہے کہ یہ آزادیٔ نسواں کی راہ میں رکاوٹ ہے اور اسلام یہ کہتا ہے کہ یہ واجب ہے۔

☆ مغرب میں گرل فرینڈ بنانا یا بوائے فرینڈ بنانا جزوِ زندگی ہے جبکہ اسلام اس کو قطعی حرام قرار دیتا ہے۔

☆ مغرب میں تعدّدِ ازواج یعنی ایک سے زائد بیویوں کا تصور مضحکہ خیز ہے لیکن اسلام چار تک اس کی اجازت دیتا ہے۔

☆ مغرب میں زنا کو تفریحِ طبع اور دل لگی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے جبکہ اسلام اسے قطعی حرام قرار دیتا ہے۔

☆ مغرب میں شراب کو جزوِ حیات سمجھا جاتا ہے۔ اسلام اسے قطعی حرام دیتا ہے۔

☆ مغرب میں بن بیاہی اولاد قانونی اولاد کے مقابلے میں زیادہ قابلِ ترجیح ہے جبکہ اسلام میں بن بیاہی اولاد زندگی بھر کے لیے باعثِ ندامت اور ملامت بن جاتی ہے اگرچہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی کو اس کے ماں باپ کے فعل کی وجہ سے برا بھلا کہا جائے۔

☆ اولاد کی پرورش مغرب میں لذتِ حیات میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھی جاتی ہے اور اسلام میں اس کے ذمہ دار والدین ہیں۔

☆ والدین کی خدمت مغرب میں بارِ گراں سمجھی جاتی ہے اسی لئے old houses آباد ہوتے ہیں۔ اسلام میں یہ عین عبادت اور سعادت سمجھی جاتی ہے۔

☆ مغرب میں طلاق مرد کی طرح عورت بھی دے سکتی ہے۔ ہمارے اسلام میں اس کا حق

مرد کے پاس ہے۔عورت چاہے تو خلع لے سکتی ہے یعنی اپنا حقِ طلاق خرید سکتی ہے۔

☆ مغرب گھر سے باہر حجاب کرنے کو تاریک خیالی قرار دیتا ہے اور اسلام اسے عورت کی عزت وعفت کا محافظ قرار دیتا ہے۔

ہم مغرب اور اسلام میں اگر موازنہ کر کے دیکھیں تو دونوں تہذیبیں ایک دوسرے کی ضد ہیں، دونوں میں مشرق اور مغرب کا بُعد ہے۔ہم وہ طریقہ کار کیسے اپنا سکتے ہیں جو ربّ کو ناراض کرنے والا، اس زندگی کو بھی جہنم کی آگ بنا دینے والا اور پھر آخرت میں بھی آگ کا مستحق بنا دینے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے اس رشتے کو اتنا مقدس بنایا ہے کہ اس کی حفاظت کے لیے دونوں کی ذمہ داریاں بھی ٹھہرائی ہیں اور دُعائیں کرنے کو بھی کہا ہے۔ربّ العزت نے قرآنِ پاک میں یہ دُعا سکھائی ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

''اے ہمارے ربّ! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہمیں اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کا امام بنا۔'' (الفرقان:74)

اسی طرح سے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جب اپنے گھر سے محبت رکھتا ہے، دنیا کے گھر کو ٹوٹنے نہیں دینا چاہتا تو آخر وہ اس کے لیے الٹی طرف جا کر efforts کیوں کرنا چاہتا ہے؟ وہ اس حقیقت کو کیوں نہیں سمجھتا کہ جو کام میں کر رہا ہوں وہ گھرانے کو توڑنے والے کام ہیں، جوڑنے والے کام نہیں ہیں؟ گھر ٹوٹ جاتے ہیں جب گھرانے کے لوگ ان گھروں کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس نہیں کرتے۔

جب وہ ربّ کا شعور نہیں رکھتے۔

جب وہ اپنے مقصدِ زندگی کو نہیں سمجھتے۔

جب وہ آخرت کی جوابدہی کا احساس نہیں کرتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ہمیں یہ تصور دیا ہے کہ اگر تمہیں حفاظت کے لیے دنیا کا گھر چاہیے تو جنت کے گھر کی حفاظت کے لیے بھی دنیا میں اعمالِ صالحہ کرنے چاہئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آگ کا سودا بڑے گھاٹے کا سودا ہے چاہے وہ دنیا کی آگ ہو یا آخرت کی۔ یہاں پر ربّ العزت نے اسی طرف توجہ دلائی ہے:

''اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچالو۔''

اور یہ بھی کہا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا

''اے لوگو جنہوں نے انکار کیا ہے۔''

یعنی اب ہماری بات نہیں مان رہے ہو، اپنے گھر والوں کو آگ سے نہیں بچاتے ہو۔

لَا تَعۡتَذِرُوا الۡیَوۡمَ ؕ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (7)

''آج کے دن معذرتیں نہ کرو۔ یقیناً تمہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم کرتے تھے۔''

اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا تُوۡبُوۡٓا اِلَی اللّٰہِ تَوۡبَۃً نَّصُوۡحًا

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔''

تم نے جرم کیا ہے اے ایمان والو! خطائیں ہوئی ہیں۔ توبہ کرلو سچی توبہ، خالص توبہ کرلو اور اپنے گھروں کی حفاظت کرنے کی کوشش کرو، دنیا کے گھر کی بھی اور آخرت کے گھر کی بھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے گھرانوں کی مثالیں دی ہیں۔ ایک نبی کا گھرانہ ہے، حضرت نوح علیہ السلام کا گھرانہ، حضرت لوط علیہ السلام کا گھرانہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کی خواتین کا کردار [role] بتایا ہے۔ فرمایا:

ضَـرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ط كَانَتَا تَـحْـتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ (10)

''اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔پھر اُن دونوں نے اُن کے ساتھ خیانت کی۔پھر وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آسکے۔اور اُن سے کہہ دیا گیا: ان داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ۔''

یہاں ان دونوں کی زندگیوں سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ شوہروں کی نیکی بیویوں کے کام آنے والی نہیں۔کوئی نبی بھی اپنی بیوی کو آگ سے نہیں بچا سکتا۔لہٰذا اگر کسی کا شوہر نیک ہے، کسی کا شوہر بہت اللہ والا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے معاملات درست نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ خود آگے بڑھ کر کوشش نہیں کرتی اور اگر کل نبیوں کی بیویاں نہیں بچ سکیں تو آج آخر ہم کس پہ بھروسہ رکھ کے اپنے معاملات کو اسی طرح سے چھوڑے ہوئے ہیں؟

اسی طرح ربّ العزت نے دو اور خواتین کی بھی مثال دی ہے:

وَضَـرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ م اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِـيْ عِـنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (11)

''اور اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔جب اُس نے کہا: اے میرے ربّ! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے۔اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچا لے۔اور

ظالم قوم سے مجھے نجات دے۔"

یہ فرعون کی بیوی ہے، محلات میں رہنے والی۔ اُن محلات میں رہتے ہوئے بھی اسے احساس ہے کہ مجھے جانا کہاں ہے؟ عام طور پر دولت انسان کو بہت کچھ بھلا دیتی ہے اور مال اور اقتدار انسان کے اندر بہت پھونک بھر دیتا ہے لیکن ایک برے شوہر کے ساتھ رہنے کے باوجود بھی بیوی اپنی ذمہ داری خیال کرتی ہے کہ مجھے اپنی آخرت کی فکر کرنی ہے۔ آسیہؑ نے اپنے ربّ سے دُعا کی تھی:

"مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچالے۔"

بہت اہم بات ہے کہ مجھے میرے برے شوہر کے عمل سے بچالے اور ظالم قوم سے مجھے نجات دے کہ میں نے ان کے ساتھ رہ کر آخر کیا کرنا ہے۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ (12)

"اور عمران کی بیٹی مریم (کی مثال) جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔ پھر ہم نے اُس میں اپنی طرف سے ایک رُوح پھونک دی۔ اور اُس نے اپنے ربّ کے کلمات اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔"

بیٹی کی مثال اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ بیٹیاں تو شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ عملی نمونے [role model] اللہ تعالیٰ نے اس لیے سامنے رکھے ہیں کہ بیوی ہونے کی حیثیت میں دیکھنا ہے تو حضرت آسیہؑ کو دیکھو اور اگر بیٹی ہونے کی حیثیت میں دیکھنا ہے تو حضرت مریمؑ کو دیکھو جس نے اپنی عزت کی بے مثال حفاظت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی کتاب میں جگہ دی ہے کہ اُس نے اپنی عزت کی کیسے حفاظت کی؟

"اور اُس نے اپنے ربّ کے کلمات اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی۔"

اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے کلمات تھے، اللہ تعالیٰ کی کتاب تھی۔ وہ کتاب کی وجہ سے عزت کی حفاظت کے قابل ہوئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کی عورت بھی اپنی عزت کی حفاظت اس کتاب کی وجہ سے کر سکتی ہے۔ کل کی عورت بھی اللہ تعالیٰ کی نظروں میں کتاب کی وجہ سے، ان کلمات کے علم کی وجہ سے معتبر ہوئی تھی اور فرمانبرداروں میں سے بنی تھی۔ آج کی عورت بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیض حاصل کر کے اس کی نظروں میں معتبر مقام حاصل کر سکتی ہے۔

میں آپ سب کو دعوت دینا چاہتی ہوں کہ آپ بھی اپنے گھروں کو آگ سے بچانے کے لیے اور اپنے جنت کے گھر کی تیاری کے لیے اس کتاب کا علم ضرور حاصل کریں کہ یہ کتاب ہی دنیا میں بھی خوشیوں کا باعث بننے والی ہے اور آخرت کی نجات کا باعث بھی بننے والی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج اگر فقط مال کی فکر کر لی تو یہ مال کسی کام نہیں آئے گا۔ اس وقت جب ایک انسان نیک اعمال کی بجائے مال اکٹھا کرتے کرتے ربّ کے پاس پہنچ جائے گا تو ربّ العزت نے اپنی کتاب میں بتایا، اس وقت انسان کہے گا:

مَآ اَغۡنٰی عَنِّیۡ مَالِیَہۡ ﴿ۚ﴾ هَلَکَ عَنِّیۡ سُلۡطَانِیَہۡ (سورۃ الحاقۃ:28,29)

’’آج میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار ختم ہو گیا۔‘‘

انسان کو تب یقین آئے گا کہ وہ بازی ہار چکا۔

حفاظت کی مگر مال نہیں بچا۔

حفاظت کی مگر گھر نہیں بچا۔

حفاظت کی مگر زندگی نہیں بچی۔

پھر انسان کی ساری کوششوں کو، مال کو، زندگی کو آگ لگ جائے گی، ایسی آگ جو بجھائے نہیں بجھے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ آج اگر کوشش نہ کی تو کل جہنم ہماری منتظر ہو گی۔ اس

جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے ربّ نے یہ فرمایا کہ اپنے آپ کو بھی بچالو، اپنے گھر والوں کو بھی بچالو۔ جہنم سے گزرنا یقینی ہے لیکن نجات یقینی نہیں ہے۔ اس وقت دوزخ کے چیخنے، چنگھاڑنے اور دھاڑنے کی آوازیں آئیں گی اور مجرموں کو اپنی ہلاکت کا یقین آجائے گا۔ تب پکارا جائے گا: کہاں ہے فلاں شخص؟ جو فلاں کا بیٹا ہے۔ ساری زندگی لمبی لمبی امیدیں باندھتا رہا، نیک اعمال کرتے ہوئے سستی کرتا رہا، جو اپنی زندگی برائیاں کرتے ہوئے گزارتا رہا، جس نے اس چیز کی حفاظت کی جو بچنے والی نہیں تھی، جس نے عارضی گھر، عارضی مال اور عارضی زندگی کے لیے اتنی کوششیں کیں لیکن سب کچھ ہار دیا۔

کتنا گھاٹے کا سودا ہے! اپنے لیے اپنے ہی ہاتھوں آگ کا سودا۔

☆ کیا ساری زندگی کی کوششیں آگ کے گھر کے لیے ہیں؟

☆ کیا جسم کی حفاظت آگ کے گھر کے لیے ہے؟

☆ کیا حسن کی حفاظت آگ کے گھر کے لیے ہے؟

☆ کیا عصمت کی حفاظت بھڑکتی ہوئی آگ کے لیے ہے؟

☆ کیا اولاد کے لیے کی جانے والی ساری کوششیں اس آگ کے لیے ہیں؟

☆ کیا ساری محنت آگ کے لیے ہے؟

☆ کیا یہ زندگی آگ میں جانے کے لیے ملی ہے؟

کہاں ہے تمنا؟ حفاظت کی تمنا؟

کہاں ہے حرص؟ حفاظت کی حرص؟

کہاں ہے ضرورت؟ حفاظت کی ضرورت؟

انسان کو رہائش کے لیے محفوظ پناہ گاہ کی ضرورت ہے۔

کیا فقط اسی زندگی کے لیے؟

کیا عارضی زندگی کا عارضی گھر ہی اس کا سب سے بڑا خواب ہے؟

کیا ہمیشہ کے لیے آگ ہی اس کا حسنِ انتخاب ہے؟

انسان کو اپنی اولاد سے محبت ہے۔

یہ کیسی محبت ہے؟ اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کے لیے آگ کا سودا؟

انسان کو اولاد کیا اس لیے ملی ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اسے آگ میں جھونک دے؟

ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والے ربّ نے یہ حکم دیا:

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

''اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچالو۔''

انسان رشتوں اور تعلقات کی حفاظت چاہتا ہے۔

کیا ساری حفاظت آگ میں جھونکنے کے لیے؟

کیا اپنے تعلقات کو بھی آگ میں جھوکنا چاہتا ہے؟

انسان اپنی عزت چاہتا ہے۔

کیا فقط عارضی زندگی کی عزت؟

کیا مختصر وقت کی عزت کے لیے ہمیشہ کی عزت کی قربانی؟

ہمیشہ کی عزت کو داؤ پر لگا کر؟

کتنا بڑا گھاٹا ہے! کتنا بڑا خسارا ہے! کتنا بڑا نقصان ہے!

ربّ العزت نے فرمایا:

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (سورة الاعلىٰ:16,17)

''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت کی زندگی بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والی بھی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم پر نبی ﷺ گزرے اس حال میں کہ ہم اپنے مکان کے لیے گارا بنا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟''

ہم نے عرض کیا: ''یہ گھر بودہ ہوگیا ہے، ہم اس کی مرمت کریں گے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں امرِ موت کو دیکھتا ہوں کہ وہ اس سے بھی جلدی آنے والی ہے۔'' (ترمذی:2335)

یعنی موت تو اس سے پہلے ہی آجاتی ہے، کوئی پتہ نہیں کہ کب آجائے تو تمہیں اپنی موت کی کوئی فکر نہیں؟ انسان کو کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا؟ اللہ تعالیٰ نے بھی سوال کیا:

مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ (سورۃ الانفطار:6)

''کس چیز نے تمہیں ربّ کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا؟''

دھوکے میں ڈالنے والی چیز دنیا کی زندگی کی لمبی لمبی آرزوئیں ہیں، آخرت کی کامیابی اور ناکامی کا احساس نہ ہونا ہے۔ ربّ العزت نے توجہ دلائی ہے:

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۵ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ .

''زمانے کی قسم! انسان نقصان میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، جنہوں نے نیک عمل کیے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''

گھرانے میں یہی چار کام تو کرنے والے ہیں: ایمان، اعمالِ صالحہ، ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور صبر کی تلقین۔ چھوٹے گھر میں بھی، بڑے انسانی خاندان میں بھی اور ایمانی خاندان میں بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ گھر عمارتوں کا نام نہیں ہے۔ حضرت آسیہؑ کے بارے میں

ہم نے دیکھا کہ محل میں رہتی تھیں لیکن ناخوش تھیں۔اللہ تعالیٰ سے کہتی تھیں کہ مجھے فرعون کے برے عمل سے بچالے۔آج خواتین کہتی ہیں کہ ہم کیا کریں؟ ہمارے شوہر ہی ایسا چاہتے ہیں۔شوہر چاہیں تو تب بھی ہمیں اپنی عاقبت کی فکر کرنی ہے،ہمیں اپنے ربّ کے آگے جوابدہی کرنی ہے اور پھر اگر ہم پچھلی قوموں کے حالات دیکھنا چاہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ پچھلی قومیں بھی گھر بناتے بناتے کیسے انہیں تباہ و برباد کر بیٹھیں! جیسے قومِ سبا کی مثال ہمیں ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کو باغوں سے شاداب کیا تھا لیکن انہیں جھاڑ جھنکار بنا کر رکھ دیا جب انہوں نے اپنے حالات کی اصلاح نہیں کی۔

حقیقت یہ ہے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے ایسے باغات کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔اسی لیے تو ربّ نے حضرت آسیہؓ کی زبان سے یہ دُعا سکھائی:

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ

''اے میرے ربّ! میرے لیے جنت میں اپنے پاس ایک گھر بنا دیجئے۔''

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! مخلوق کس چیز سے پیدا کی گئی ہے؟''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''پانی سے۔''

میں نے عرض کیا:''جنت کس چیز سے بنائی گئی؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:''اس کی ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک سونے کی۔ اس کا سیمنٹ تیز خوشبو والا مسک ہے۔اس کے سنگریزے موتی اور یاقوت کے ہیں۔اس کی مٹی زعفران کی ہے۔جو شخص اس میں داخل ہو گا وہ عیش کرے گا، کبھی تکلیف نہیں دیکھے گا،ہمیشہ زندہ رہے گا،کبھی مرے گا نہیں۔جنتیوں کے

کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے۔ان کی جوانی کبھی فنا نہیں ہوگی۔'' (ترمذی)

آؤ! اس زندگی کے لیے کوششیں کریں

جہاں کبھی بیماری نہیں آئے گی۔

جہاں کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا۔

جہاں کبھی غم نہیں آئے گا۔

جہاں حسن ملے گا۔

جہاں جوانی ملے گی، ایسی جو کبھی پرانی نہ ہو۔

جہاں پر خوشیاں ملیں گی۔

جس خوشی کو کوئی غم اپنی گرفت میں نہیں لے سکے گا۔

جہاں من چاہا سب کچھ ملے گا۔

جہاں انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑا تحفہ ہوگی، اس گھر کے لیے آج کوششیں کرنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمثیل بنا دیا آج کے گھروں کو کہ دیکھو آج اگر اپنے اس گھر کو درست کرنے کی کوششیں کرو گے تو کل کا گھر، خوبصورت گھر تمہیں مل پائے گا۔آج اپنے گھروں کو جیسا بنائیں گے، کل ویسے ہی گھر ملیں گے۔کیسی عجیب بات ہے کہ آج جو کچھ کریں گے، کل ویسا ہی سب کچھ پائیں گے۔حقیقت یہ ہے کہ اپنی جنت آج بنانی ہے۔آج کے گھر جنت نشان بنیں گے تو کل کی جنت ملے گی۔جنت میں جانے والوں کی خصوصیات اپنے اندر پیدا کرنی ہیں اور یہ خصوصیات پیدا ہوں گی تو انشاء اللہ کل اللہ تعالیٰ کی جنتوں میں راضی خوشی داخل ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں ان جنتوں میں جانے والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو، ہماری نسلوں کو اور ہمارے والدین کو جنت الفردوس عطا فرمائے (آمین)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تعمیر فرمایا جس کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے، ایک سرخ یاقوت کی ہے، ایک سبز زمرد کی ہے۔ اس کی مٹی مسک ہے۔ اس کے سنگریزے لولو (موتیوں) کے ہیں۔ اس کا گھاس زعفران کا ہے۔ جنت کی تعمیر کے بعد اللہ تعالیٰ نے جنت سے ارشاد فرمایا: کچھ کہو! جنت نے کہا: فلاح پا گئے ایمان لانے والے۔''

پھر اللہ عزوجل نے فرمایا:

''میرے جلال اور عزت کی قسم! کوئی بخیل تجھ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ

''جو لوگ نفس کی بخیلی سے بچا لیے گئے وہ فلاح پا گئے۔'' (التغابن:16)

(النھایہ لابن کثیر، الجزء الثانی:352)

جنت کی ایک خصوصیت سورۃ الواقعہ میں بیان کی گئی ہے۔ فرمایا:

لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡهَا لَغۡوًا وَّلَا تَاۡثِیۡمًا اِلَّا قِیۡلًا سَلٰمًا سَلٰمًا (الواقعہ:25,26)

''اُس میں وہ کوئی بے ہودہ کلام یا گناہ کی بات نہ سُنیں گے۔ ٹھیک ٹھیک بات کے سوا۔''

اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ جنت ایسا مقام ہے جہاں انسان بے ہودہ باتیں بھی نہیں سنے گا تو بے ہودہ باتیں کرنے والے جنت میں کہاں بس سکتے ہیں! لہٰذا اپنی زبان کی حفاظت کرنی ہے تا کہ اس گھر کو بھی جنت نشان بنا سکیں۔ آپ جانتے ہیں کہ رشتوں کی حفاظت بھی زبان کی حفاظت سے ہوتی ہے۔ اس گھر کی حفاظت بھی زبان کی حفاظت سے

ہوتی ہے۔آج کی دنیامیں،آج کی زندگی میں کوششیں کریں گے تواللہ تعالیٰ آج کی زندگی کوبھی باعثِ سکون بنادیں گےاورکل کی جنت ہمارے لیےخوشیوں بھرابسیرا ثابت ہوگی انشاءاللہ۔

ہم نے گھر کی اہمیت اورگھرکوتوڑنے والے factors کودیکھااوریہ دیکھاکہ یہ factors جہاں جہاں بھی آئے تولوگوں کے ساتھ کیابنا؟شادی شدہ زندگی [married life] کیوں fail ہوجاتی ہے؟اس کوبھی ہم نے دیکھا۔اسی طرح double career کو دیکھاکہ جب میاں بیوی دونوں jobs کرتے ہیں تو گھرنظرانداز [ignore] ہوتاہے، بچے ignore ہوتے ہیں،بےحیائی آتی ہے،کوئی کسی کوبرداشت نہیں کرتا۔ہرایک اپنی اپنی زندگی گزارناچاہتاہے توگھرٹوٹتے ہیں۔اس لحاظ سے ہم نے یہ بھی دیکھاکہ تحقیقات [researches] ہمیں بتاتی ہیں کہ غیرشادی شدہ لوگوں کی average life شادی شدہ افرادکے مقابلے میں دس سال زیادہ ہوتی ہے۔جولوگ مشقتیں برداشت کرتے ہیں،اللہ تعالیٰ انہیں تحفہ دیتاہے،اچھی زندگی کاتحفہ،اوران کی عمرمیں اضافہ ہوتاہے۔

آپ یہ دیکھئے کہ یورپ میں گھرآبادکرنے سے پہلے 38% لوگ STD میں ملوث ہو جاتے ہیں اورآج ہمارے یہاں بھی اس کی باقاعدہ طورپر advertisement ہوتی ہے اورباقاعدہ طورپراس کے لیے training دی جاتی ہیں اور 25years کی عمرمیں تقریباً لوگ اس سےگزرچکے ہوتے ہیں۔یورپ میں گھرٹوٹاتوسات ہزار family councellors کابزنس عروج پہ پہنچ گیاکہ لوگ families کی بہتری کےلیے councelling کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کتنی پیاری councelling کی!ہمارے یہاں کوئی مسلمان ہونےکودعویٰ کرہی نہیں سکتاجب تک کہ اللہ تعالیٰ کےاحکامات کی پیروی کرنے کادعویٰ نہ کر لے،اس کوپورانہ کرےاوراللہ تعالیٰ کےاحکامات کیاہیں؟

قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا

''اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچالو۔''

اللہ تعالیٰ سے یہ مشترکہ دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کے لیے جنت میں گھر بنادے اور دنیا کے گھروں کو جنت نشان بنادے۔ دُعا یہ الفاظ یاد کرلیجئے اور اپنے لیے دُعا کیجئے:

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ

''اے میرے ربّ! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنادے۔''

(سی ڈی سے تدوین)